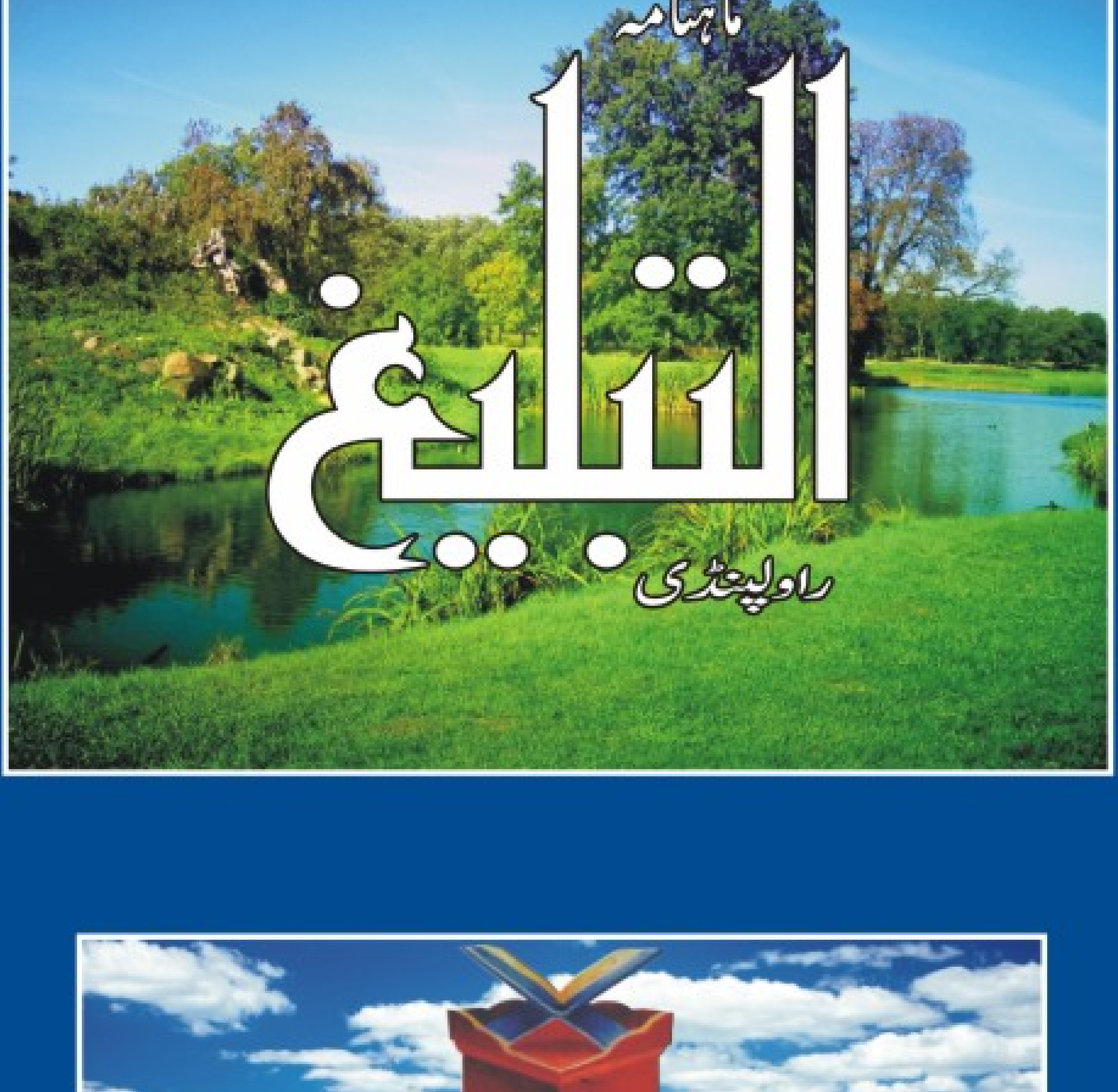
ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

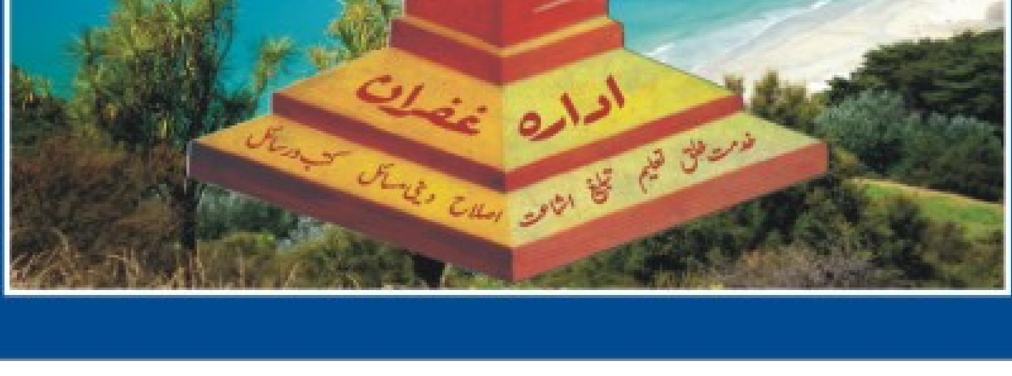
ادارہ غفران
خدمت خلق تعلیم تبلیغ اشاعت اصلاح دینی مسائل کتب و رسائل

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....بسیار خوری....................مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط150)........بچہ کو دودھ پلانے کے احکام..................// // 4

درسِ حدیث ....مقررہ رزق حاصل کیے بغیر موت کی آمد ممکن نہیں........// // 17

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

دارُالعلوم دیو بند کی فقہی واجتہادی فکر..مفتی محمد رضوان 28

مباحث روح وبدن (حصہ دوم)..مفتی محمد امجد حسین 41

ماہِ ربیع الاول: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..............مولانا طارق محمود 44

علم کے مینار:..اخلاق وعادات اور ذاتی زندگی میں ابوحنیفہ کا مقام...مولانا غلام بلال 46

تذکرۂ اولیاء:..........حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ فتنوں سے حفاظت...مفتی محمد ناصر 51

پیارے بچو!....................نبی علیہ السلام کی عادات وخصائل...........مولانا محمد ریحان 56

بزمِ خواتین ....ازواج مطہرات کے نکاح (قسط11)..........مفتی طلحہ مدثر 58

آپ کے دینی مسائل کا حل...ایک نماز کی قضاء پر ایک ''حقب'' عذاب کی تحقیق (قسط3)....ادارہ 66

کیا آپ جانتے ہیں؟.... سونے اور جاگنے کے آداب (تیسری وآخری قسط)....مفتی محمد رضوان 75

عبرت کدہ .... حضرت موسیٰ کا شیخِ مدین کی بیٹی سے نکاح.....مولانا طارق محمود 80

طب وصحت........چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط9).......مفتی محمد رضوان 85

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.......................مفتی محمد ناصر 89

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 91

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

بسیار خوری

طبی اور میڈیکل کے بنیادی اصولوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بسیار خوری یعنی ضرورت سے زیادہ کھانے کی عادت، مختلف امراض و بیماریوں کا بہت بڑا سبب ہے۔

اور آج کل یہ سبب بہت عام ہے، بلکہ اب تو یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کھانے پینے کا کاروبار اس زمانہ میں بڑی کمائی کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے، چنانچہ راستوں اور بازاروں وغیرہ میں جگہ جگہ کھانے پینے کے ہوٹل، دوکان اور ریڑھیوں کا سلسلہ دوسرے شعبوں سے کچھ زیادہ ہی نظر آتا ہے، اور جب سے کھانے پینے کی اشیاء اور چیزوں میں تنوع بڑھا ہے، اس وقت سے یہ سلسلہ زیادہ ترقی کر گیا ہے۔

اور تعجب اس بات پر ہے کہ بیماریوں کے اس اہم سبب کی طرف عام طور پر توجہ نہیں کی جاتی، جبکہ اس سبب سے پیدا شدہ بیماریوں اور امراض کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ زندگی میں مختلف مسائل ومصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بلکہ ساتھ ہی اس سبب کے نتیجہ میں پیدا شدہ امراض کے علاج ومعالجہ پر بھی بہت سا پیسہ اور قیمتی دولت اور وقت کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔

گویا کہ پہلے تو بسیار خوری کی خاطر مال ودولت کو خرچ کیا جاتا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں پیدا شدہ امراض و بیماریوں کی وجہ سے تکلیف اٹھائی جاتی ہے، اور پھر اس کے علاج ومعالجہ پر مال ودولت کو خرچ کرنا پڑتا ہے، اور وقت کا ضیاع الگ لازم آتا ہے۔

اور اگر شروع سے ہی بسیار خوری کے بجائے کم خوری یعنی اعتدال کے ساتھ کھانے پینے کی طرف توجہ کی جائے، تو اس قسم کے بے شمار مسائل ومصائب سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر انسان کو صرف وہی رزق حاصل ہوگا، جو اس کے مقدر میں ہے، اگرچہ وہ اعتدال کے ساتھ ہو، یا اعتدال کے بغیر ہو، پس حرص وہوس میں ضرورت سے زیادہ کھانے کی کوشش مناسب نہیں۔

خلاصہ یہ کہ کھانے پینے کے سلسلہ میں بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت کے اصول پر عمل کرنا چاہیے، جس میں دنیا وآخرت کی خیر وبھلائی اور مختلف بیماریوں وامراض سے حفاظت پائی جاتی ہے۔

www.idaraghufran.org

(سورہ بقرہ:قسط نمبر150،آیت نمبر233) مفتی محمد رضوان

بچہ کو دودھ پلانے کے احکام

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٣٣)

ترجمہ:اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال (یہ حکم) اس کے لئے ہے، جو چاہے یہ کہ تمام کرے رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی مدت) کو، اور مولودلہٗ (یعنی اولاد کے والد) پر ان (عورتوں) کا رزق ہے، اور ان کا لباس ہے، قاعدہ کے مطابق، نہیں مکلّف کیا جاتا کسی جاندار کو، مگر اس کی وسعت کے مطابق، نہ ضرر پہنچایا جائے، والدہ کو اس کی اولاد کی وجہ سے، اور نہ مولودلہٗ (یعنی اولاد کے والد) کو، اس کی اولاد کی وجہ سے، اور وارث پر اس کے مثل ہے، پھر اگر چاہیں وہ دونوں (یعنی والدین) دودھ چھڑانا، آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے، تو نہیں ہے کوئی حرج ان دونوں پر، اور اگر چاہو تم یہ کہ دودھ پلواؤ (کسی اور عورت سے) اپنی اولاد کو، تو نہیں ہے کوئی حرج تم پر، جب کہ سپرد کردو تم وہ چیز، جو دینا کیا تھا تم نے قاعدہ کے مطابق، اور ڈرو تم اللہ سے، اور جان لو کہ بے شک اللہ ان چیزوں کو، جو تم عمل کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں رضاعت یعنی بچوں کو دودھ پلانے کے متعلق ضروری احکام بیان کیے گئے ہیں، اس سے پہلی اور بعد کی آیات میں طلاق کے احکام کا ذکر ہے، درمیان میں دودھ پلانے کے احکام اس مناسبت سے ذکر کئے گئے ہیں کہ عموماً طلاق کے بعد بچوں کی پرورش اور دودھ پلانے یا پلوانے کے معاملات میں

www.idaraghufran.org

نزاع واختلاف پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے اس آیت میں ایسے معتدل احکام بیان فرما دیئے گئے، جن میں عورت ومرد دونوں کی رعایت رکھی گئی ہے، اور نزاع واختلاف کا سدِ باب کر دیا گیا ہے۔

مذکورہ آیت میں کم عمر بچہ کو دودھ پلانے سے متعلق کئی احکام بیان ہوئے ہیں، جن کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

والدہ کو دودھ پلانے کا استحقاق

مذکورہ آیت میں سب سے پہلا حکم یہ بیان ہوا کہ:

"وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ" "اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولاد کو دودھ پلانے کا استحقاق، اس کی والدہ کو حاصل ہے، اگر والدہ اپنی اولاد کو دودھ پلانے پر خود سے راضی ہو، تو اس سے زبردستی یہ حق چھیننا جائز نہیں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن امرأةً قالت :يا رسولَ الله، إن ابني هذا كان بطني له وعاءً، وثديي له سِقاءً، وحجري له حِواءً، وإن أباه طلقني، وأراد أن ينتزعه مني، فقال لها رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم: أنتِ أحق به ما لم تنكحي (سنن أبي داود، رقم الحديث ٢٢٧٦، باب من أحقُّ بالولدِ، باسناد حسن)

ترجمہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے، حمل کے زمانہ میں میرا پیٹ اس کا غلاف تھا، اور رضاعت کے زمانہ میں میری چھاتی اس کے پینے کا برتن تھا، اور میری گود اس کا ٹھکانا تھا، اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ اس بچہ کو مجھ سے چھین لے، تو رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ تم ہی اس کی زیادہ حقدار ہو، جب تک کہ تم کسی اور سے نکاح نہ کر لو (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں بچہ کی ماں کو ہی بچہ کی پرورش اور دودھ پلانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

---

[1] إن رغبت الأم في إرضاع ولدها أجيبت وجوبا.
سواء أكانت مطلقة، أم في عصمة الأب على قول جمهور الفقهاء ؛ لقوله تعالى :(لا تضار والدة بولدها . والمنع من إرضاع ولدها مضارة لها؛ ولأنها أحنى على الولد وأشفق، ولبنها أمرأ وأنسب له غالبا .وفي قول للشافعية :للزوج منعها من الإرضاع سواء كان الولد منه أو من غيره، كما أن له منعها من الخروج من منزله بغير إذنه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٠ ، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

دودھ پلانے کی مدت

مذکورہ آیت میں بچہ کو دودھ پلانے کا دوسرا حکم یہ بیان ہوا کہ:

”حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ لِمَنۡ أَرَادَ أَنۡ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ“

”پورے دو سال (یہ حکم) اس کے لئے ہے، جو چاہے یہ کہ تمام کرے رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی مدت) کو“

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو دودھ پلانے کی مکمل مدت دو سال ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ، جمہور فقہائے کرام کا یہی قول ہے، اور حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

قرآن مجید کی دوسری آیات اور بعض روایات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَفِصَالُهٗ فِيۡ عَامَيۡنِ (سورة لقمان رقم الآية ١٤)

ترجمہ: اور اس (بچہ) کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے (سورہ لقمان)

اور سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَحَمۡلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوۡنَ شَهۡرًا (سورة الاحقاف، رقم الآية ١٥)

ترجمہ: اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہے (سورہ احقاف)

سورہ احقاف میں حمل اور دودھ چھڑانے کے دونوں اعمال کی مدت تیس مہینے یعنی ڈھائی سال بیان کی گئی ہے، اور حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے، پس تیس مہینوں یعنی ڈھائی سال میں سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ نکالنے کے بعد پیچھے دودھ چھڑانے کی مدت، دو سال ہی باقی رہ جاتی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الۡحَوۡلَيۡنِ (سنن الدارقطني، رقم الحديث ٤٣٦٤، كتاب الرضاع) [1]

---

[1] قال ابوحذيفة نبيل بن منصور: حديث ابن عباس رفعه "لا رضاع إلا ما كان في الحولين" قال الحافظ: أخرجه الدارقطني وقال: لم يسنده عن ابن عُيينة غير الهيثم بن جميل وهو ثقة حافظ. وأخرجه ابن عدي وقال: غير الهيثم يوقفه على ابن عباس، وهو المحفوظ "موقوف صحيح (أنيسُ السَّاري في تخريج احاديث فَتح البَاري، تحت رقم الحديث ٤٤١٠)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہوتی رضاعت، مگر دو سال کے اندر ہی (دار قطنی)

اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت یعنی بچہ کو دودھ پلانے کا حکم دو سال کے اندر اندر ہے۔

اور اسی عرصہ میں کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پیے، تو وہ عورت اس دودھ پینے والے بچے کی، دودھ کے رشتہ کے اعتبار سے ماں شمار ہوتی ہے، اس کے بعد ماں شمار نہیں ہوتی۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ، یحيٰی بن سعید کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، فَقَالَ: إِنِّي مَصِصْتُ عَنِ امْرَأَتِي مِنْ ثَدْيِهَا لَبَناً، فَذَهَبَ فِي بَطْنِي .فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: لَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ .قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: أُنْظُرْ مَا تُفْتِي بِهِ الرَّجُلَ. فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: فَمَا تَقُوْلُ أَنْتَ؟فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: لَا رَضَاعَةَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ .فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: لَا تَسْأَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ، مَا كَانَ هٰذَا الْحِبْرُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ(موطأ امام مالك) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کی چھاتیوں سے دودھ چوسا، جو کہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے میں تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذرا دیکھ بھال کے؟ آپ کیا فتویٰ دے رہے ہیں؟ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابنِ مسعود سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رضاعت تو صرف اس دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے، جو دو سال کے اندر ہوتی ہے، تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو، جب تک کہ تمہارے درمیان یہ ماہر محقق موجود ہے (موطا امام مالک)

---

[1] رقم الحديث ۲۲۴۹، كتاب الرضاعة، باب ما جاء فى الرضاعة بعد الكبر، سنن البيهقى، رقم الحديث ۱۵۶۶۴.

قال ابو حذيفة نبيل بن منصور:أخرجه البيهقى (۴۶۲/۷)وقال :هذا وإن كان مرسلًا فله شواهد عن ابن مسعود"(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، تحت رقم الحديث ۴۴۰۸)

www.idaraghufran.org

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے کو راجح قرار دیا، جس کے مطابق کسی فرد کے کسی عورت کا دودھ پینے سے، وہ عورت اس دودھ پینے والے فرد کی ماں بننے کی وجہ سے، اس صورت میں ہی حرام ہوتی ہے، جب کہ کوئی بچہ دو سال کی عمر کے اندر اندر دودھ پیے۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، ان کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ(سورة النساء ،رقم الآيات ٢٢، ٢٣)

ترجمہ: اور (حرام کردی گئیں) تمہاری وہ مائیں، جنہوں نے دودھ پلایا تم کو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی عورتیں بچوں کی رضاعی مائیں بن جاتی ہیں، اور اسی طرح دودھ شریک بہنیں بھی رضاعی بہنوں کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اس لئے ان سے انسان کو نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوتا۔

مذکورہ اور اس جیسے دلائل کے پیشِ نظر امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک، دودھ پلانے سے حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے، جبکہ بچہ کو دو سال کی عمر کے اندر اندر دودھ پلایا جائے، اور دو سال کی عمر کے بعد کسی بچہ یا بڑے آدمی کے دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بچہ کو ڈھائی سال کی عمر تک دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ [1]

اور بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک جتنی عمر میں بھی کسی عورت کا دودھ پیا جائے، تو اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے، مگر یہ قول جمہور امت کے خلاف ہے۔ [2]

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک دو سال سے ایک دو مہینہ اوپر ہو جانے پر بھی حرمت ثابت ہوتی ہے، لیکن ان کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اس مدت میں بچہ دودھ سے مستغنی نہ ہوا ہو۔

اور اگر بچہ دودھ سے مستغنی ہو گیا، اور وہ دودھ کے علاوہ دوسری کھانے پینے کی چیزوں پر اکتفا کرنے لگا، تو اس صورت میں دو سال کی عمر کے اندر بھی دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(كذافي: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ٢٥٦ و ٢٥٧، مادة "حول"، و ج٢٢، ص ٢٤٦، ٢٤٧، مادة "رضاع")

[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

بعض حضرات نے ضرورت کے وقت حجاب سے بچنے کی حد تک اس قول کو اختیار کرنے کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔

(تفصیل کے لیے ہماری تالیف "رشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام" ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

بچہ کی والدہ کا خرچہ، اور دودھ پلانے کی ذمہ داری

مذکورہ آیت میں بچہ کو دودھ پلانے کا حکم بیان کرتے ہوئے ایک حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

”وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا“

”اور مولود لہ (یعنی اولاد کے والد) پر ان (عورتوں) کا رزق ہے، اور ان کا لباس ہے، قاعدہ کے مطابق، نہیں مکلّف کیا جاتا کسی جاندار کو مگر اس کی وسعت کے مطابق“

اس سے پہلے ماں کے لیے والدہ کا لفظ استعمال ہوا تھا، چنانچہ ارشاد تھا کہ:

”وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ“

”اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو“

لیکن مندرجہ بالا موقع پر والد کے لئے مختصر لفظ والد چھوڑ کر ”اَلْمَوْلُودِ لَهُ“ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ بچے کی ولادت میں ماں اور باپ دونوں شریک ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بچہ کا نسب باپ سے چلتا ہے، اور بچہ کے نان نفقہ کی ذمہ داری بھی باپ پر عائد ہوتی ہے۔

مذکورہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کی ماں کے نان نفقہ کی ذمہ داری بھی باپ کے ذمہ ہوتی ہے۔

نان نفقہ سے مراد وہ چیزیں ہیں، جن کی انسان کو زندگی میں ضرورت ہوتی ہے، اور ظاہری اسباب کے درجہ میں انسان کی زندگی قائم رہتی ہے، مثلاً کھانا، لباس اور رہائش وغیرہ۔

بیوی کا نان نفقہ شوہر کے ذمہ اس صورت میں بھی واجب ہے، جبکہ عورت غریب ہو اور مالدار نہ ہو، اور اس صورت میں بھی واجب ہے، جبکہ عورت غنی و مالدار ہو۔

اگر میاں بیوی دونوں مالدار ہوں، تو بیوی کا نان نفقہ مالداروں والا واجب ہوگا، اور اگر دونوں غریب ہوں، تو غریبوں والا نان نفقہ واجب ہوگا۔

اور اگر ایک مالدار اور دوسرا غریب ہو، تو اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں شوہر کی حالت کے اعتبار سے نان نفقہ واجب ہوگا، اور بعض حضرات کے نزدیک بیوی کی حالت کے اعتبار سے نان نفقہ واجب ہوگا، اور بعض حضرات کے نزدیک دونوں کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے نان نفقہ واجب ہوگا، یعنی شوہر کی حیثیت واستطاعت کی حالت بھی ملحوظ رکھی جائے گی، اور بیوی کی حیثیت بھی ملحوظ رکھی جائے گی، اور دونوں کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے نان ونفقہ واجب ہوگا،

Idara Ghufran

بعض حنفیہ کا فتویٰ اسی پر ہے۔ ۱

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر بچہ کی ماں بچہ کو دودھ پلانے پر معاوضہ طلب کرے، تو اس کو اس معاوضہ کا استحقاق حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

مذکورہ آیت میں چونکہ دودھ پلانے پر ماں کی اجرت کا ذکر نہیں ہے، البتہ ماں کے نان نفقہ کا ذکر ہے، اس لیے حنفیہ کے نزدیک جب تک عورت نکاح میں ہو، اس کو بچہ کے دودھ پلانے پر اجرت ومعاوضہ طلب کرنا جائز نہیں، البتہ اگر باپ نے اس عورت کو طلاق دے دی ہو، اور عدت بھی ختم ہو چکی ہو، تو اب اس عورت کو اس بچہ کے دودھ پلانے پر اجرت ومعاوضہ طلب کرنا جائز ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بچہ کی ماں کو دودھ پلانے پر اجرت ومعاوضہ طلب کرنا جائز ہے، سورہ طلاق کی درجِ ذیل آیت میں بھی اس طرح کی بات کا ذکر ہے:

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى (سورة الطلاق، رقم الآية ٦)

ترجمہ: پھر اگر دودھ پلائیں وہ (مطلقہ عورتیں، اولاد کو) تمہارے لیے، تو تم دے دو ان کو ان کی اجرت، اور مشورہ کر لو آپس میں قاعدہ کے مطابق، اور تم دشواری محسوس کرو، تو دودھ پلائے اس (اولاد) کو دوسری عورت (سورہ طلاق)

اور اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ماں پر ہے یا باپ پر؟

حنفیہ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری دیانۃً ماں پر واجب ہے، جبکہ اس کو عذر نہ ہو، البتہ قضاءً واجب نہیں، لہٰذا جو چیز ماں پر واجب ہے، اس پر اس کو معاوضہ واجرت طلب کرنا جائز نہیں، جب تک کہ

---

۱ ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الزوجين إذا كانا موسرين فللزوجة نفقة الموسرين، وإن كانا معسرين فللزوجة نفقة المعسرين .

أما لو اختلفت حالة الزوجين يسارا أو إعسارا، بأن كان الزوج موسرا والزوجة معسرة مثلا، أو العكس، ولم يتفقا على نفقة معينة، فقد اختلف الفقهاء فيمن يراعى ويعتبر حاله في تقدير النفقة على ثلاثة أقوال:

القول الأول :المعتبر حال الزوج يسارا أو إعسارا .وإليه ذهب بعض الحنفية في ظاهر الرواية ، وبه قال الشافعية......

القول الثاني :المعتبر حال الزوجة، وإليه ذهب بعض الحنفية ....

القول الثالث :المعتبر حالهما معا، وإليه ذهب بعض الحنفية وعليه الفتوى عندهم ، وهو المعتمد عند المالكية، وبه قال الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱ ص ۴۱، ۴۲، ملخصاً،مادة "نفقة")

www.idaraghufran.org

وہ بچہ کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو۔

جبکہ بعض شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری باپ پر واجب ہے، ماں پر واجب نہیں، اس لیے ماں کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے پر اجرت ومعاوضہ طلب کرنا جائز ہے، خواہ وہ عورت بچہ کے باپ کے نکاح میں ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو۔ [1]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء فى أنه يجب إرضاع الطفل ما دام فى حاجة إليه، وفى سن الرضاع .
واختلفوا فى من يجب عليه .فقال الشافعية والحنابلة :يجب على الأب استرضاع ولده، ولا يجب على الأم الإرضاع، وليس للزوج إجبارها عليه، دنيئة كانت أم شريفة، فى عصمة الأب كانت أم بائنة منه، إلا إذا تعينت بأن لم يجد الأب من ترضع له غيرها، أو لم يقبل الطفل ثدى غيرها، أو لم يكن للأب ولا للطفل مال، فيجب عليها حينئذ، ولكن الشافعية قالوا :يجب على الأم إرضاع الطفل اللبأ وإن وجد غيرها، واللبأ ما ينزل بعد الولادة من اللبن؛ لأن الطفل لا يستغنى عنه غالبا، ويرجع فى معرفة مدة بقائه لأهل الخبرة .
وقال الحنفية :يجب على الأم ديانة لا قضاء .
واستدل الجمهور على وجوب الاسترضاع على الأب بقوله تعالى :(وإن تعاسرتم فسترضع له أخرى .
وإن اختلفا فقد تعاسرا، وقال ابن قدامة :ولأن إجبار الأم على الرضاع لا يخلو :إما أن يكون لحق الولد، أو لحق الزوج، أو لهما :لا يجوز أن يكون لحق الزوج، لأنه لا يملك إجبارها على رضاع ولده من غيرها، ولا على خدمة نفسه فيما يختص به .ولا يجوز أن يكون لحق الولد؛ لأنه لو كان لحقه للزمها بعد الفرقة ولم يقله أحد؛ ولأن الرضاع مما يلزم الوالد لولده، فلزم الأب على الخصوص كالنفقة، أو كما بعد الفرقة.
ولا يجوز أن يكون لهما؛ لأن ما لا مناسبة فيه لا يثبت الحكم بانضمام بعضه إلى بعض؛ ولأنه لو كان لهما لثبت الحكم به بعد الفرقة .وقوله تعالى :(والوالدات يرضعن أولادهن محمول على حال الاتفاق وعدم التعاسر .
وقال المالكية :يجب الرضاع على الأم بلا أجرة إن كانت ممن يرضع مثلها، وكانت فى عصمة الأب، ولو حكما كالرجعية، أما البائن من الأب، والشريفة التى لا يرضع مثلها فلا يجب عليها الرضاع، إلا إذا تعينت الأم لذلك بأن لم يوجد غيرها.
واستدلوا بقوله تعالى :(والوالدات يرضعن أولادهن)وقالوا :استثنى التى لا يرضع مثلها من عموم الآية لأصل من أصول الفقه وهو :العمل بالمصلحة، ولأن العرف عدم تكليفها بالرضاع فهو كالشرط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٣٩ ، مادة "رضاع")
للأم طلب أجرة المثل بالإرضاع سواء كانت فى عصمة الأب أم خلية، لقوله تعالى :(فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن وإلى هذا ذهب الشافعية والحنابلة.
وقال الحنفية :إن كانت فى عصمة الأب أو فى عدته فليس لها طلب الأجرة، لأن الله تعالى أوجب عليها الرضاع ديانة مقيدا بإيجاب رزقها على الأب بقوله تعالى :(وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ، وهو قائم برزقها حالة بقائها فى عصمته أو فى عدته، بخلاف من لم تكن فى عصمته ولا فى عدته،فتقوم الأجرة مقام الرزق؛ ولأن إلزام البائن بالإرضاع مجانا مع انقطاع نفقتها عن الأب مضارة لها، فساغ لها أخذ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والدہ یا والد کو اولاد کی طرف سے ضرر نہ پہنچایا جائے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ"

"نہ ضرر پہنچایا جائے، والدہ کو اس کی اولاد کی وجہ سے، اور نہ مولودلہٗ (یعنی اولاد کے والد) کو، اس کی اولاد کی وجہ سے"

مطلب یہ ہے کہ نہ تو بچہ کی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف میں ڈالنا جائز ہے اور نہ ہی بچہ کے باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف میں ڈالنا جائز ہے، مثلاً اگر ماں دودھ پلانے سے معذور ہو، تو اس کے باوجود باپ کا اس کو دودھ پلانے پر مجبور کرنا یا ماں دودھ پلانے پر راضی ہو، پھر بھی بلا عذر اس کو دودھ پلانے نہ دینا جائز نہیں، اسی طرح اگر ماں کو دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز ہو، تو باپ کا اس کو اجرت نہ دینا یا اجرت دینے میں کوتاہی کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ماں کا بلا عذر دودھ پلانے سے انکار کرنا یا دودھ پلانے پر غیر معمولی معاوضہ واجرت طلب کرنا جائز نہیں۔

یتیم بچہ کے وارث پر خرچہ کی ذمہ داری

مذکورہ آیت میں ایک حکم درجِ ذیل الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ:

"وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ" "اور وارث پر اس کے مثل ہے"

مطلب یہ ہے کہ اگر بچہ کا والد مثلاً فوت ہو جائے، تو اس بچہ کے وارث پر نان ونفقہ کی مذکورہ ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔

رشتہ داروں کا نان ونفقہ واجب ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ تفصیل ہے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الأجرة بالرضاع بعد البينونة وقال تعالى :(لا تضار والدة بولدها فإن طلبت الأم أكثر من أجرة المثل ووجد الأب من ترضع له مجانا أو بأجرة المثل جاز له انتزاعه منها، لأنها أسقطت حقها بطلبها ما ليس لها، فدخلت فى عموم قوله تعالى :(وإن تعاسرتم فسترضع له أخرى .

وإن لم يجد الأب من ترضع له بأقل مما طلبته الأم لم يسقط حقها فى الرضاع؛ لأنها تساوت مع غيرها فى الأجرة فصارت أحق بها، كما لو طلبت كل واحدة منهما أجرة المثل .وقال المالكية :إن كانت الأم ممن يرضع مثلها وكانت فى عصمة الأب فليس لها طلب الأجرة بالإرضاع؛ لأن الشرع أوجبه عليها فلا تستحق بواجب أجرة .أما الشريفة التى لا يرضع مثلها، والمطلقة من الأب، فلها طلب الأجرة، وإن تعينت للرضاع أو وجد الأب من ترضع له مجانا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۱ ، مادة "رضاع")

کہ حنفیہ کے نزدیک ایسے ضرورت مند رشتہ دار کا نان ونفقہ واجب ہوا کرتا ہے کہ جو رشتہ دار میراث کے سلسلہ میں ذی رحم محرَم ہو، اور میراث کے سلسلے میں فقہائے کرام کے نزدیک، ذی رحم ایسے رشتہ دار کو کہا جاتا ہے، جو ذوی الفروض نسبی اور عصبات رشتہ دار کے نہ ہونے کی صورت میں میراث کا مستحق ہوتا ہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک رشتہ داروں میں صرف والدین یا اولاد پر ہی نان ونفقہ واجب ہوتا ہے، کسی اور رشتہ دار پر واجب نہیں ہوتا۔

اور شافعیہ کے نزدیک نان ونفقہ واجب ہونے کے رشتہ کا دارومدار اُصول یا فروع ہونے کی رشتہ داری پر ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک نان ونفقہ واجب ہونے کے لئے صرف وارث ہونے کی شرط کا پایا جانا کافی ہے، خواہ وہ وارث ہونے کی نسبت ذوالفروض کے طور پر حاصل ہو، یا اصول وفروع اور حواشی میں سے کسی کے عصبہ ہونے کے طور پر حاصل ہو، یا ذوی الارحام کے طور پر حاصل ہو۔

(تفصیل کے لیے ہماری تالیف ''رشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

دوسال سے پہلے دودھ چھڑانے کا حکم

اس کے بعد ارشاد ہے کہ:

''فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا''

''پھر اگر چاہیں دونوں دودھ چھڑانا، آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے، تو نہیں ہے کوئی حرج ان دونوں پر''

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بچہ کی عمر دو سال پوری ہونے سے پہلے کسی وجہ سے بچہ کو دودھ چھڑوانے کی ضرورت محسوس ہو، تو ایسا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ والدین کی باہمی رضامندی سے ہو۔ [1]

ماں کے علاوہ سے دودھ پلوانا

مذکورہ آیت میں بچہ کو دودھ پلانے سے متعلق ایک حکم یہ بیان ہوا ہے کہ:

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء فى أن مدة الرضاع حولان كاملان، وبناء على ذلک فإن فطام الصبى قبل تمام الحولين حق للأبوين معا، بشرط عدم الإضرار بالرضيع وليس لأحدهما الاستقلال بالفطام قبل تمام الحولين لقوله تعالى :(والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس إلا وسعها لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلى الوارث مثل ذلک فإن أرادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ٢٥٦ ، مادة ''حول'')

www.idaraghufran.org

’’وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ‘‘

’’اور اگر چاہو تم یہ کہ دودھ پلواؤ (کسی اور عورت سے) اپنی اولاد کو، تو نہیں ہے کوئی حرج تم پر، جب کہ سپرد کردو تم وہ چیز، جو دینا کیا تھا تم نے قاعدہ کے مطابق‘‘

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا بچہ کو دودھ پلوایا جائے، تو یہ بھی جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس دودھ پلانے والی عورت سے، جو کچھ اجرت ومعاوضہ وغیرہ طے کیا جائے، اس کی قاعدہ کے مطابق ادائیگی کی جائے۔

اور اس صورت میں دودھ پلانے کے معاوضہ واجرت کی ذمہ داری بچہ کے والد پر عائد ہوگی۔

سورہ طلاق میں بھی اس بات کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى (سورة الطلاق، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اور تم دشواری محسوس کرو، تو دودھ پلائے اس (اولاد) کو دوسری عورت (سورہ طلاق)

معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت بچہ کو ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ پلانا جائز ہے، عرب میں اس چیز کا رواج پایا جاتا تھا، اور بعض عورتیں دوسروں کے بچوں کو دودھ پلایا کرتی تھیں، جس پر وہ کچھ معاوضہ بھی لیا کرتی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ’’ابراہیم‘‘ کو بھی کچھ عرصہ دوسری عورت کا دودھ پلوایا تھا۔ [1]

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ إِبْرَاهِيمُ مُسْتَرْضِعًا لَهُ فِي عَوَالِي الْمَدِينَةِ، فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهُ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَإِنَّهُ لَيُدَّخَنُ، وَكَانَ ظِئْرُهُ قَيْنًا، فَيَأْخُذُهُ فَيُقَبِّلُهُ، ثُمَّ يَرْجِعُ.

---

[1] اتفق الفقهاء :(الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة) على جواز إجارة الظئر بأجرة معلومة، لقوله تعالى :(وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلا جناح عليكم إذا سلمتم ما أتيتم بالمعروف)فقد نفى سبحانه وتعالى الجناح فى الاسترضاع مطلقا، ولأن النبى صلى الله عليه وسلم استرضع لولده إبراهيم ولأن الحاجة تدعو إليه فإن الطفل فى العادة إنما يعيش بالرضاع وقد يتعذر رضاعه من أمه فجاز ذلك كالإجارة فى سائر المنافع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٩، ص ١٥١ ، مادة ’’ظئر‘‘)

www.idaraghufran.org

قَالَ عَمْرٌو :فَلَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِي وَإِنَّهُ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَإِنَّ لَهُ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ

(مسلم، رقم الحديث ٢٣١٦ "٦٣")

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کو اپنے اہل وعیال پر زیادہ شفقت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے "ابراہیم" کو دودھ پلانے والی عورت مدینہ شہر کے کنارہ میں ہوتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم کو وہاں (دودھ پلوانے کے لیے) لے جاتے تھے، اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں داخل ہوتے، اور وہاں دھواں ہوتا تھا، کیونکہ اس (دودھ پلانے والی عورت) کا شوہر لوہار تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کو لیتے اس کو بوسہ دیتے، پھر واپس تشریف لے آتے۔

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ جب ابراہیم کی وفات ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم میرا بیٹا ہے، اور وہ دودھ پینے کی حالت میں فوت ہوگیا، اب اس کے لئے دودھ پلانے والی دوعورتیں جنت میں اس کے دودھ پلانے کی مدت کو پوری کریں گی (مسلم)

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی وجہ سے بچہ کو ماں کا دودھ نہ پلایا جائے، اور نہ ہی کسی دوسری عورت کا، بلکہ بازار سے خرید کر دودھ پلایا جائے، تو ایسی صورت میں اس کا خرچہ بچہ کے والد کے ذمہ لازم ہوگا۔

اللہ سے ڈرنے کا حکم

مذکورہ آیت کے آخر میں ارشاد ہے کہ:

"وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ"

"اور ڈرو تم اللہ سے، اور جان لو کہ بے شک اللہ ان چیزوں کو، جو تم عمل کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے"

یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل اور وہ تمہارے دلوں کے مخفی ارادوں اور نیتوں سے بھی باخبر ہے، اگر کسی فریق نے دودھ پلانے یا چھڑانے کے مذکورہ احکام کی خلاف ورزی کی یا بچے کی مصلحت کو نظرانداز کر کے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا یا کسی ایک فریق نے دوسرے کی حق تلفی کی، تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

www.idaraghufran.org

ہندوستان، پاکستان کے اکابر کی تائیدات وتصدیقات
کے ساتھ اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

بسلسلہ: اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار

اور

تنظیمِ فکرِ ولیُ اللّٰہی کے نظریات

کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ وفکرِ ولیُ اللّٰہی اور مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اور اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آراء، تحریرات وفتاویٰ

مؤلف

مفتی محمد رضوان

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح وترمیم شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ محرمُ الحرام

کے

فضائل واحکام

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام
ماہِ محرمُ الحرام سے اسلامی سال کے آغاز وسنِ ہجری کا تعلق
دینی احکام میں اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت
دس محرم کے دن نفلی روزہ وغیرہ کی فضیلت واہمیت اور متفرق احکام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

صدقہ کے فضائل

اور

بکرے کا صدقہ

شرعی صدقہ پر مُرتّب ہونے والے عظیم فضائل وفوائد
صدقہ کی حقیقت ومفہوم اور اس کی مختلف صورتیں
شرعی صدقہ کے مقاصد اور مقبول صدقہ کی شرائط
صدقہ میں بے جا قیود اور فضول پابندیوں کے نقصانات
بکرے کے مروّجہ صدقہ کا شرعی حکم اور بکرے کے صدقہ
کرنے کی نیت کر لینے اور منت مان لینے کے بعد شرعی حکم
عبادتِ مالیہ سے متعلق شرعی وفقہی قواعد وضوابط

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 1

علمی وتحقیقی رسائل

(1)... معینُ المفتی
(2)... رَفْعُ التَّشْكِيْكِ عَنْ حِيْلَةِ التَّمْلِيْكِ
(3)... غیرِ حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)... اَلْمَشَاكِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)... تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ
(6)... مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مقررہ رزق حاصل کیے بغیر موت کی آمد ممکن نہیں

''رزق'' اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو انسان وجانور کھاتا پیتا اور اس سے غذائیت حاصل کرتا ہے، اور بعض اوقات زندگی میں کام آنے والی اور نفع اٹھائے جانی والی ہر چیز کو بھی رزق کہا جاتا ہے۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :-أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوا مَا حَلَّ، وَدَعُوا مَا حَرُمَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۱۴۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور (دنیا کی) طلب میں حسن واعتدال (اور صبر وہمت) سے کام لو، اس لئے کہ کوئی جاندار اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا، جب تک کہ اپنے (مقدر کے) رزق کو پورا پورا حاصل نہ کرلے، اگرچہ وہ رزق کچھ دیر سے حاصل ہو، پس تم اللہ سے ڈرو اور دنیا کی طلب میں حسن واعتدال (اور صبر وہمت) سے کام لو، حلال چیزوں کو حاصل کرو اور حرام چیزوں کو چھوڑ دو (ابنِ ماجہ)

---

[1] الرزق فی اللغة الحظ قال الله تعالی وتجعلون رزقكم أنكم تكذبون– ويطلق على كل ما ينتفع به الحيوان(التفسير المظهری، ج ۱ ص ۲۰، سورة البقرة)

الرزق: وهو بالكسر مأخوذ من رزق بالفتح، وهو لغة: ما ينتفع به، والجمع أرزاق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۱۵۰، مادة "عطاء")

الرزق لغة العطاء دنيويا كان أم أخرويا، والرزق أيضا ما يصل إلى الجوف ويتغذى به، يقال: أعطى السلطان رزق الجند، ورزقت علما .

قال الجرجاني: الرزق اسم لما يسوقه الله إلى الحيوان فيأكله، فيكون متناولا للحلال والحرام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲ ص ۲۰۱، مادة "رزق")

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَا تَسْتَبْطِئُوا الرِّزْقَ، فَإِنَّهُ لَنْ يَمُوتَ الْعَبْدُ حَتَّى يَبْلُغَهُ آخِرُ رِزْقٍ هُوَ لَهُ، فَأَجْمِلُوا فِي الطلب: أخذ الحلال وترك الحرام (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣٢٣٩) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق حاصل کرنے میں غلو وجلد بازی نہ کرو (بلکہ حسن وصبر اور اعتدال سے کام لو) اس لئے کہ کوئی بندہ اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا، جب تک کہ اس کو اس کے حصہ کا آخری رزق نہ پہنچ جائے، پس تم رزق کی طلب میں حسن و اعتدال (اور صبر) سے کام لو، حلال کو حاصل کرو، اور حرام کو چھوڑ دو (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان، فوت ہونے سے پہلے اپنے مقدر کے رزق کو مکمل طریقہ پر حاصل کرلے گا، اگرچہ رزق کچھ تاخیر سے یا انتظار کر کے حاصل ہو، لہٰذا اللہ سے ڈرنا اور رزق کے طلب کرنے میں حسن وصبر اور اعتدال کو اختیار کرنا چاہیے، وہ اس طرح کہ نہ تو اس میں اتنا انہماک ہو کہ اللہ کے ضروری احکام چھوٹیں، اور نہ ہی یہ کہ بے صبری کا مظاہرہ کر کے حرام طریقہ اور ذریعہ کو اختیار کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الْغِنَى لَيْسَ عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُوَفِّي عَبْدَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الرِّزْقِ فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوا مَا حَلَّ، وَدَعُوا مَا حُرِّمَ (مسند ابی یعلی، رقم الحديث ٦٤٤٨) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! مالداری، سامان (یا مال) کے زیادہ ہونے سے نہیں ہوتی، بلکہ اصل مالداری دل کے مالدار ہونے سے ہوتی ہے (پس تم ظاہری مال ودولت بڑھانے کی فکر سے زیادہ، دل کے غنی ومالدار بنانے کی فکر کرو) اور بے شک اللہ عزوجل

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابن حبان)

[2] قال حسین سلیم أسد الدرانی: إسناده حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

وقال المنذری: رواه أبو يعلى وإسناده حسن إن شاء الله (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٢٦٣٠، كتاب البيوع وغيرها الترغيب فى الاكتساب بالبيع وغيره)

www.idaraghufran.org

اپنے بندہ کو اس کے لیے لکھا ہوا پورا رزق عطا فرماتا ہے، لہٰذا تم رزق کی طلب میں حسن واعتدال (اور صبر وہمت سے) سے کام لو، حلال کو حاصل کرو، اور حرام کو چھوڑ دو (ابویعلیٰ)

معلوم ہوا کہ ظاہری مال ودولت بڑھانے کے بجائے، دل کو غنی کرنا چاہیے، یعنی دل سے مال ودولت کی بے جا حرص وہوس کو ختم کرنا چاہیے، اور مال کمانے میں اعتدال اور اچھے طریقہ اور صبر وہمت کو اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :أَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ، إِلا قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ، وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ، وَإِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ نَفَثَ فِي رُوعِي، أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، فَاتَّقُوا اللَّهَ، وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، وَلا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِمَعَاصِي اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللَّهِ إِلا بِطَاعَتِهِ(شرح السنة للبغوی، رقم الحديث ۴۱۱۱،شعب الإيمان للبيهقى، رقم الحديث ۹۸۹۱) [1]

---

[1] قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى: وبالجملة فالحديث بهذه الشواهد صحيح لغيره(المطَالبُ العَاليَةُ بِزَوَائِدِ المسَانيد الثّمَانِيَةِ،ج۵،ص ۵۷۹،باب الإجمال فى طلب الرزق)

وقال الالبانى: إنه ليس شيء يقربكم إلى الجنة إلا قد أمرتكم به وليس شيء يقربكم إلى النار إلا قد نهيتكم عنه، إن روح القدس نفث فى روعى: إن نفسا لا تموت حتى تستكمل رزقها فاتقوا الله وأجملوا فى الطلب، ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعاصى الله، فإن الله لا يدرک ما عنده إلا بطاعته ."

رواه أبو بكر الحداد فى "المنتخب من فوائد ابن علويه القطان (1 / 168) " وابن مردويه فى "ثلاثة مجالس (2 - 1 / 188) "من طرق عن يعلى بن عبيد: أخبرنا إسماعيل بن أبى خالد عن [عبد الملک بن عمير] وزبيد الأيامى عن عبد الله بن مسعود مرفوعا، والزيادة لابن مردويه .قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين، لكنه منقطع من الوجهين، أما زبيد فإنه لم يدرک ابن مسعود يقينا، فإنه مات سنة (122) ومات ابن مسعود سنة (32)، وأما عبد الملک فإنه ولد فى السنة التى مات ابن مسعود فيها، أو بعدها بسنة .ورواه الحاكم (4 / 2) من طريق سعيد بن أبى هلال عن سعيد بن أبى أمية الثقفى عن يونس بن بكير عن ابن مسعود مرفوعا به .وهذا إسناد مظلم، سعيد بن أبى أمية، أورده ابن أبى حاتم (5 / 1 / 2)فقال: " سعيد بن أبى أمية بن عمرو بن سعيد بن العاص، روى عن أبى أمامة الباهلى، روى عنه عنبسة بن أبان القرشى ."ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا .وعلق عليه محققه بقوله: " لم أجد سعيد بن أبى أمية هذا، وستأتى ترجمة سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص، وكنيته عمرو بن سعيد أبو أمية، وله ابن اسمه أمية .فالله أعلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جو تمہیں جنت کے قریب کرے، اور جہنم سے دور کرے، مگر میں اس چیز کا تم کو حکم دے چکا ہوں، اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جو تمہیں جہنم کے قریب کرے، اور جنت سے دور کرے، مگر میں اس چیز سے تم کو منع کر چکا ہوں۔

اور روح الامین (یعنی جبریلِ امین) نے میرے دل میں (بحکمِ الٰہی) یہ بات ڈالی کہ کوئی جاندار بھی اس وقت تک فوت نہیں ہوگا، جب تک کہ اپنا رزق پورا پورا حاصل نہ کرلے، پس تم اللہ سے ڈرو، اور رزق طلب کرنے میں حسن واعتدال (اور صبر وہمت) سے کام لو، اور رزق کا کچھ دیر سے ملنا تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم (بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے) رزق کو اللہ کی نافرمانی کرکے (یعنی ناجائز طریقہ پر یا کوئی گناہ کرکے) حاصل کرو، پس بے شک اللہ کے پاس جو کچھ (اجر وانعام یا مقدر میں طے شدہ حلال مال) ہے، تو وہ اللہ کی فرمانبرداری کرکے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے (بغوی، بیہقی)

اس طرح حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ."وشيخه يونس بن بكير، أظن أنه مقحم هنا من بعض النساخ، فإنه متأخر عن طبقة التابعين، مات سنة . (199)وللحديث شاهد، فقال الشافعي (" - 13 / 1ترتيب المسند والسنن ") : أخبرنا عبد العزيز بن محمد عن عمرو بن أبى عمرو مولى المطلب، عن المطلب بن حنطب أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: فذكره دون قوله: " ولا يحملنكم ." ..سكت عنه مرتبه البنا كعادته، وهو مرسل جيد الإسناد، والمطلب بن حنطب، نسب إلى جده الأعلى، فإنه المطلب بن عبد الله بن المطلب بن حنطب ـ المخزومى، وقيل بإسقاط (المطلب) فى نسبه، وقيل: هما اثنان كما فى "التهذيب "، وهو تابعى ثقة، يرسل كثيرا .وللقول المذكور آنفا شاهد من حديث جابر بنحوه .أخرجه ابن حبان وغيره، وهو مخرج فى " الظلال (420) "و "التعليق الرغيب . (7 / 3) " وبالجملة فالحديث حسن على أقل الأحوال (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٨٦٦)

[1] حدثنا إبراهيم بن هانى، وعبد الله بن أبى ثمامة الأنصارى، ومحمد بن عمر بن هياج، قالوا: أخبرنا قدامة بن زائدة بن قدامة، قال: حدثنى أبى، عن عاصم، عن زر، عن حذيفة رضى الله عنه قال: قام النبى صلى الله عليه وسلم فدعا الناس، فقال: هلموا إلى ، فأقبلوا إليه فجلسوا فقال: هذا رسول رب العالمين جبريل نفث فى روعى أنه لا تموت نفس حتى تستكمل رزقها، وإن أبطأ عليها، فاتقوا الله وأجملوا فى الطلب، ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تأخذوه بمعصية الله فإن الله لا ينال ما عنده إلا بطاعته وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن حذيفة إلا من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور جہنم سے قریب یا دور کرنے والی ہر بات اور عمل کی نشاندہی فرمادی ہے، اور ہر انسان کے مقدر میں جو رزق ہے، وہ اس کو بہر حال موت سے پہلے مل کر رہتا ہے، خواہ وہ کچھ دیر بعد ملے، لہٰذا اپنے مقدر کے رزق کو جلدی حاصل کرنے کے لیے حرام و ناجائز طریقہ کو اختیار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ صبر و ہمت سے کام لینا چاہئے، اور جائز و حلال طریقوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا الوجه بهذا الإسناد (مسند البزار، رقم الحديث ٢٩١٤)

قال الهيثمي: رواه البزار، وفيه قدامة بن زائدة بن قدامة، ولم أجد من ترجمه، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٢٨٦)

؎ (وعن ابن مسعود قال :قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم " :-أيها الناس !ليس من شيء ") :من زائدة مبالغة أي :ليس شيء ما من الأشياء ("يقربكم ") : بتشديد الراء أي :يجعلكم قريبا ("إلى الجنة ويباعدكم ") أي :ومن شيء يباعدكم ("من النار ") أي :على وجه السببية، فالنسبة في الفعلين مجازية ("إلا قد أمرتكم به ") أي :بما ذكر أو بكل منهما ("وليس شيء ") : ليس من هنا في الأصول (" يقربكم من النار ويباعدكم من الجنة إلا قد نهيتكم عنه ") : وفيه دليل صريح على أن جميع العلوم من الأمور النافعة والأمور الدافعة يستفاد من الكتاب والسنة، وأن الاشتغال بغيرها تضييع العمر من غير المنفعة ("وإن الروح الأمين ") : وفي نسخة :وإن روح الأمين أي :جبرائيل -عليه السلام -كما قال تعالى :(نزل به الروح الأمين) (الشعراء 193 :) (وفي رواية " :وإن روح القدس ") : بضمتين وتسكن الدال كقوله تعالى :(وأيدناه بروح القدس) (البقرة87 :) أي :الروح المقدسة من الأخلاق المدنسة .قال الطيبي -رحمه الله :-هو كما يقال :حاتم الجود ورجل صدق، فهو من باب إضافة الموصوف إلى الصفة للمبالغة في الاختصاص، ففي الصفة القدس منسوب إليها، وفي الإضافة بالعكس نحو مال زيد ("نفث في روعي ") : بضم الراء أي :أوحى إلي وألقى من النفث بالفم وهو شبيه بالنفخ، وهو أقل من التفل ;لأن التفل لا يكون إلا ومعه شيء من الريق، والروع الجلد والنفس، كذا في النهاية، والمعنى أنه أوحى إلي وحيا خفيفا ("أن نفسا ") : بفتح الهمزة، ويجوز الكسر لأن الإيحاء في معنى القول، والمعنى أن نفسا ذات نفس وهي حي مخلوق ("لن تموت حتى تستكمل رزقها ") أي :المقدر لها كما أشار إليه سبحانه بقوله :(الله الذي خلقكم ثم رزقكم ثم يميتكم) (الروم40 :) ("ألا ") : للتنبيه أي :تنبهوا ")فاتقوا الله ") : فإنكم مأمورون بالتقوى وبالسعي إلى الدرجات العلى ("وأجملوا ") أي :من الإجمال أي :وأحسنوا ("في الطلب ") أي :في تحصيل الرزق ولا تبالغوا في طلبه، فإنكم غير مكلفين بطلب الرزق .قال تعالى :(وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون -ما أريد منهم من رزق وما أريد أن يطعمون -إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين) (الذاريات: 58 - 56) وقال عز وجل :(وأمر أهلك بالصلاة واصطبر عليها لا نسألك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوى) (طه132 :) فالأمر للإباحة، أو المعنى اطلبوا من الحلال فالأمر للوجوب ويؤيده قوله:("ولا يحملنكم ") : بكسر الميم أي :لا يبعثكم ("استبطاء الرزق ") أي :تأخيره ومكثه عليكم ("أن تطلبوه ") أي :على أن تبتغوه (بمعاصي الله) أي :بسبب ارتكابها بطريق من طرق الحرام كسرقة وغصب وخيانة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –: " أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ كُلًّا مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢١٤٢، باب الاقتصاد فی طلب المعيشة، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢١٣٣) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا کی طلب میں حسن واعتدال کو اختیار کرو، کیونکہ ہر ایک کو وہی میسر (وحاصل) ہوگا، جو اس کے لیے پیدا کیا گیا ہے (ابنِ ماجہ، حاکم)

معلوم ہوا کہ ہر انسان کے مقدر کا رزق اس کو مل کر رہتا ہے، اس لیے رزق کے حصول وطلب میں غلو اور حد سے تجاوز یا بے صبری وجلد بازی کرنا درست نہیں، کیونکہ اس کے باوجود اپنے مقدر کا رزق مل کر رہتا ہے، خواہ کچھ انتظار کے بعد ملے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ سَائِلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا تَمْرَةٌ عَائِرَةٌ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" خذها .لو لم تأتها لأتتك (صحيح ابن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وإظهار سيادة وعبادة وديانة، وأخذ من بيت المال على وجه زيادة ونحو ذلك .(" فإنه ") أي :الشأن ("لا يدرك ما عند الله ") أي :من الرزق الحلال أو من الجنة وحسن المآل ("إلا بطاعته ") أي :لا بتحصيل المال من طريق الوبال.

قال الطيبي -رحمه الله :-قوله :فأجملوا أي :اكتسبوا المال بوجه جميل، وهو أن لا تطلبه إلا بالوجه الشرعي، والاستبطاء بمعنى الإبطاء والسين فيه للمبالغة، كما أن استعف بمعنى عف في قوله تعالى :(ومن كان غنيا فليستعفف) (النساء 6 :) وفيه أن الرزق مقدر مقسوم لا بد من وصوله إلى العبد، لكن العبد إذا سعى وطلب على وجه مشروع وصف بأنه حلال، وإذا طلب بوجه غير مشروع فهو حرام، فقوله :ما عند الله إشارة إلى أن الرزق كله من عند الله الحلال والحرام .وقوله :أن تطلبوه بمعاصي الله تعالى، إشارة إلى أن ما عند الله إذا طلب بمعصية الله ذم وسمي حراما، وقوله :إلا بطاعته، إشارة إلى أن ما عند الله إذا طلب بطاعته مدح وسمي حلالا .وفي هذا دليل بين لأهل السنة على أن الحلال والحرام يسمى رزقا وكله من عند الله، خلافا للمعتزلة .(رواه) أي :البغوي (في "شرح السنة "والبيهقي في "شعب الإيمان "إلا أنه) أي: البيهقي (لم يذكر " :وإن روح القدس ") : فرواية روح القدس من روايات البغوي أو غيره(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨، ص ٣٣٢١، كتاب الآداب، باب التوكل والصبر)

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

وقال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

و قال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

www.idaraghufran.org

حبان، رقم الحدیث ۳۲۴۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سائل آیا، تو نبی صلی اللہ علی وسلم نے پڑی ہوئی ایک کھجور اس کو دے دی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو لے لو، اگر آپ یہاں نہ آتے، تو یہ (کسی طرح بھی) آپ کے پاس پہنچ جاتی (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ جو رزق انسان کے مقدر میں ہوتا ہے، وہ اس کو مل کر رہتا ہے، اگرچہ صاحبِ مقدر رزق کے پاس چل کر نہ جائے، تب بھی وہ رزق کسی نہ کسی طرح صاحبِ مقدر تک اللہ تعالیٰ پہنچا دیتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" :أن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۳۲۳۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ہر بندہ کے مقدر کا) رزق بندہ کو اس طرح تلاش کرتا ہے، جس طریقہ سے اُس کو اِس کی موت تلاش کرتی ہے (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ رزق اپنے مقدر والے شخص کو خود اس طرح تلاش کرتا ہے، جس طرح موت انسان کو خود تلاش کر لیتی ہے، اور انسان جہاں بھی ہو، خواہ وہ مضبوط قلعہ میں ہو، وہیں پہنچ جاتی ہے، یہی حال اپنے مقدر کے رزق کا بھی ہے، جیسا کہ گزشتہ حدیث سے بھی معلوم ہو چکا۔

حضرت امّ درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتَ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: " لَوْ أَنَّ رَجُلًا هَرَبَ مِنْ رِزْقِهِ كَهَرَبِهِ مِنَ الْمَوْتِ، لَأَدْرَكَهُ رِزْقُهُ كَمَا يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۱۱۴۸)

ترجمہ: میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی آدمی اپنے رزق سے اس طرح بھاگے، جس طرح موت سے بھاگتا ہے، تب بھی اس (کے مقدر) کا رزق اس کو پالے گا، جیسا کہ اس کو موت پالیتی ہے (بیہقی)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوى، رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية صحيح ابن حبان)
و قال الهيثمى: رواه الطبرانى، ورجاله ثقات رجال الصحيح غير عبد الله بن أحمد، وهو ثقة مأمون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۲۹۰)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث قوى(حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ فَرَّ أَحَدُکُمْ مِنْ رِزْقِہٖ لَأَدْرَکَہُ کَمَا یُدْرِکُہُ الْمَوْتُ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۴۴۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے (مقدر کے) رزق سے راہِ فرار اختیار کرے، تو بھی اس (کے مقدر) کا رزق اس کو اس طرح پالے گا، جس طرح اس کو موت پالے گی (طبرانی)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ انسان کے مقدر کا رزق، اس کو مل کر رہتا ہے، اگرچہ وہ اس رزق سے راہِ فرار کیوں نہ اختیار کرے۔

بعض احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں بچہ کے اندر روح ڈالی جاتی ہے، اسی وقت

---

[1] قال المنذری: رواہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر بإسناد حسن (الترغیب و الترھیب للمنذری، تحت رقم الحدیث ۲۶۳۵)

و قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر، وفیہ عطیۃ العوفی، وھو ضعیف، وقد وثق (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۲۹۷)

[2] حدثنا سلیمان بن أحمد، ثنا یحیی بن عبد الباقی، ثنا المسیب بن واضح، ثنا یوسف بن أسباط، ثنا سفیان الثوری، عن محمد بن المنکدر، عن جابر، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو أن ابن آدم ھرب من رزقہ کما یھرب من الموت لأدرکہ رزقہ کما یدرکہ الموت (حلیۃ الاولیاء، ج۷، ص ۹۰)

قال الالبانی: لو أن ابن آدم ھرب من رزقہ کما یھرب من الموت لأدرکہ رزقہ کما یدرکہ الموت ."
رواہ أبو نعیم فی "الحلیۃ "(90 / 7، 246 / 7) وابن عساکر (1 / 11 / 2)
عن المسیب بن واضح حدثنا یوسف بن سباط حدثنا سفیان الثوری عن محمد بن المنکدر عن جابر مرفوعا .
وقال أبو نعیم: " تفرد بہ عن الثوری یوسف بن أسباط ." قلت: وھو ضعیف ومثلہ المسیب بن واضح .لکن لہ شاھدان یتقوی بھما: الأول: من حدیث أبی سعید الخدری .یرویہ علی بن یزید الصدائی، أنبأنا فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عنہ مرفوعا بہ .أخرجہ أبو سعید بن الأعرابی فی "معجمہ) "ق 2 / 143) والطبرانی فی "الأوسط (2 / 135 / 1) "وابن عدی فی "الکامل " . (2 / 263)
قلت: وھذا إسناد ضعیف مسلسل بالضعفاء، عطیۃ العوفی فمن دونہ. والشاھد الآخر من حدیث أبی الدرداء وقد خرجتہ فی تعلیقی علی "المشکاۃ " (5312)وقد صححہ ابن حبان، فالحدیث حسن علی أقل المراتب .واللہ أعلم (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، تحت رقم الحدیث ۹۵۲)

www.idaraghufran.org

اس کے مقرر رزق کو بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق کو رزق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کیا جاتا ہے، اور رزق حاصل کرنے کے اسباب، صرف ذرائع کے درجہ میں ہیں، ورنہ اصل دارومدار، اللہ کے حکم ومشیت پر ہے۔

چنانچہ سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا(سورة هود، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اورنہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں، مگر اللہ پر اس کا رزق ہے (سورہ ہود)

اور سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ .مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ.إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (سورة الذاريات، رقم الآيات ٥٦ الىٰ ٥٨)

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا میں نے جن کو اور انسان کو، مگر اسی لیے کہ عبادت کریں وہ میری۔نہیں چاہتا میں ان سے کوئی رزق، اورنہیں چاہتا میں یہ کہ وہ کھلائیں مجھے۔بے شک اللہ ہی بہت زیادہ رزق دینے والا، زبردست قوت والا ہے (سورہ عنکبوت)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: اور بہت سے جانور ہیں جو نہیں اٹھا سکتے اپنے رزق کو، رزق دیتا ہے ان کو اللہ، اور

---

[1] عن أنس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " إن الله عز وجل وكل بالرحم ملكا، يقول: يا رب نطفة، يا رب علقة، يا رب مضغة، فإذا أراد أن يقضي خلقه قال: أذكر أم أنثى، شقي أم سعيد، فما الرزق والأجل، فيكتب في بطن أمه (بخاری، رقم الحديث ٣١٨)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق: " أن خلق أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوما أو أربعين ليلة، ثم يكون علقة مثله، ثم يكون مضغة مثله، ثم يبعث إليه الملك فيؤذن بأربع كلمات، فيكتب: رزقه، وأجله، وعمله، وشقي أم سعيد، ثم ينفخ فيه الروح، فإن أحدكم ليعمل بعمل أهل الجنة حتى لا يكون بينها وبينه إلا ذراع، فيسبق عليه الكتاب، فيعمل بعمل أهل النار فيدخل النار، وإن أحدكم ليعمل بعمل أهل النار، حتى ما يكون بينها وبينه إلا ذراع، فيسبق عليه الكتاب، فيعمل عمل أهل الجنة فيدخلها (بخاری، رقم الحديث ٧٤٥٤)

www.idaraghufran.org

تمہیں بھی، اور وہ سمیع ہے علیم ہے (سورہ عنکبوت)

اور سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ (سورة الرعد، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: اللہ کشادہ کر دیتا ہے رزق کو، جس کے لئے چاہے، اور تنگ کر دیتا ہے (سورہ رعد)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۴۴، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرلو، جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے، جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے کہ وہ صبح کو بھوک کی حالت میں جاتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں (ترمذی، مسند احمد)

توکل کا مطلب جائز اسباب کا ترک کرنا نہیں ہے، بلکہ اسباب کا جائز حدود میں رہ کر استعمال کرتے ہوئے اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، نہ کہ اسباب پر بھروسہ کرنا۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ، بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وَالْمُرَادُ بِالتَّوَكُّلِ اعْتِقَادُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةِ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى الله رزقها وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ تَرْكَ التَّسَبُّبِ وَالِاعْتِمَادَ عَلَى مَا يَأْتِي مِنَ الْمَخْلُوقِينَ لِأَنَّ ذَلِكَ قَدْ يَجُرُّ إِلَى ضِدِّ مَا يَرَاهُ مِنَ التَّوَكُّلِ وَقَدْ سُئِلَ أَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ جَلَسَ فِي بَيْتِهِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَا أَعْمَلُ شَيْئًا حَتَّى يَأْتِيَنِي رِزْقِي فَقَالَ هَذَا رَجُلٌ جهِلَ الْعِلْمَ فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ

[1] قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَأَبُو تَمِيمٍ الجَيْشَانِيُّ اسْمُهُ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ "

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن هبيرة، فمن رجال مسلم (حاشية مسند احمد)

جَعَلَ رِزْقِی تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِی وَقَالَ لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا فَذَكَرَ أَنَّهَا تَغْدُو وَتَرُوحُ فِي طَلَبِ الرِّزْقِ قَالَ وَكَانَ الصَّحَابَةُ يَتَّجِرُونَ وَيَعْمَلُونَ فِي تخيلهم وَالْقُدْوَةُ بِهِمُ(فتح الباری شرح صحیح البخاری،لابن حجر العسقلانی، ج ۱۱ ،ص ۳۰۶،قوله باب ومن یتو کل علی الله فهو حسبه)

ترجمہ: اور توکل سے مراد اس چیز کا اعتقاد ہے، جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ''وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى الله رزقها ''''یعنی نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں، مگر اللہ پر اس کا رزق ہے''اور اس سے مراد اسباب اور مخلوق کے واسطہ سے آنے پر اعتماد کا ترک کرنا نہیں ہے، کیونکہ یہ طرزِ عمل تو توکل کے خلاف ہے، امام احمد رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جو اپنے گھر میں یا مسجد میں بیٹھ جاتا ہے، اور وہ کہتا ہے کہ میں کوئی بھی کام نہیں کروں گا، مگر میرا رزق میرے پاس پہنچ جائے گا، تو حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آدمی علم سے ناواقف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے رزق کو میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے رکھ دیا ہے (کہ میرا رزق جہاد وقتال کے ذریعہ مالِ غنیمت کی شکل میں حاصل ہوتا ہے، جو کہ ظاہری اسباب میں سے ایک سبب ہے) [1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرلو، جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے، جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے کہ وہ صبح کو بھوک کی حالت میں جاتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں''پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی کہ پرندے، صبح کو جاتے ہیں اور شام کو آتے ہیں، یہ جدوجہد رزق طلب کرنے میں ہوتی ہے (یعنی پرندے، رزق کے طلب کرنے میں اپنے اختیاری سبب کو اختیار کرتے ہیں) اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تجارت بھی کیا کرتے تھے، اور اپنے حسبِ حیثیت عمل بھی کیا کرتے تھے، اور اپنی قدرت کو بھی استعمال کیا کرتے تھے (فتح الباری)

---

[1] حدثنا هاشم بن القاسم، قال ثنا عبد الرحمن بن ثابت، قال: ثنا حسان بن عطية، عن أبي منيب الجرشي، عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله جعل رزقي تحت رمحي وجعل الذلة والصغار على من خالف أمري، من تشبه بقوم فهو منهم (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۳۶۸۷)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

دارُالعلوم دیو بند کی فقہی واجتہادی فکر

علمی، فقہی واجتہادی اعتبار سے دارالعلوم دیو بند کی اساسی و بنیادی سندواستناد اور علمی، فقہی واجتہادی فکر کا معلوم کرنا ضروری ہے، جس پر کئی اہم مباحث متفرع ہوتے ہیں۔

دارُالعلوم دیو بند کا سلسلۂ سندواستناد اور حضرت شاہ ولی اللہ

پس جاننا چاہیے کہ دارالعلوم دیو بند کے اکابرِ علم کے سلسلۂ سندواستناد میں حضرۃُ الامام شاہ ولی اللہ محدث فاروقی دہلوی رحمہ اللہ سرِ فہرست شمار ہوتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کے فکر کی جامعیت کو مسلکِ دیو بند میں بنیادی واساسی طور پر خاص دخل اور امتیازی شان حاصل ہے۔

چنانچہ ترجمانِ دیو بند حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''تاریخ دارالعلوم دیو بند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> دارُالعلوم دیو بند کا سلسلۂ سند حضرۃُ الامام شاہ ولی اللہ صاحب فاروقی قدس سرہٗ العزیز سے گزرتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے، شاہ (ولی اللہ) صاحب اس جماعتِ دیو بند کے مورثِ اعلیٰ ہیں، جن کے مکتبۂ فکر سے اس جماعت کی تشکیل ہوئی، حضرت ممدوح نے اولاً اس وقت کے ہندوستان کے فلسفیانہ مزاج کو اچھی طرح پرکھا، پھر علومِ شریعت کو ایک مخصوص جامع عقل ونقل طرز میں پیش فرمایا، جس میں نقل کو عقل کے جامہ میں ملبوس کر کے نمایاں کرنے کا ایک خاص حکیمانہ انداز پنہاں تھا۔
>
> حجۃُ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیو بند نے ولی اللّٰہی سلسلہ کے تلمذ سے اس رنگ کو نہ صرف اپنایا، جو انہیں ولی اللّٰہی خاندان سے ورثہ میں ملا تھا، بلکہ مزید تنوّر کے ساتھ اس کے نقش ونگار میں اور رنگ بھرا، اور وہی منقولات جو حکمتِ ولی اللّٰہی میں معقولات کے لباس میں جلوہ گر تھے، حکمتِ قاسمیہ میں محسوسات کے لباس میں جلوہ گر ہو گئے (تاریخِ دارالعلوم دیو بند، صفحہ ۲۰، ۲۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

www.idaraghufran.org

اس لحاظ سے یوں سمجھنا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ جماعتِ دارالعلوم کے جدِ امجد ہیں (ایضاً،صفحہ۲۱)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، جماعتِ دیوبند کے مورثِ اعلیٰ وجدِ امجد ہیں، جن کے مکتبۂ فکر سے جماعتِ دیوبند کی تشکیل ہوئی، دارالعلوم دیوبند کا سلسلۂ سند حضرت موصوف تک پہنچتا اور آپ سے سے گزر کر اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے۔

سید محبوب رضوی صاحب اپنی مفصل ومدلل تالیف ''تاریخِ دارالعلوم دیوبند'' میں فرماتے ہیں:

اکابر دارالعلوم کے سلسلہ میں سرِ فہرست جو شخصیت آتی ہے، وہ یہی شاہ اللہ دہلوی رحمہ اللہ ہیں، برصغیر میں اس وقت علومِ دینیہ اور بالخصوص علمِ حدیث کے جس قدر سلسلے مروج اور موجود ہیں، تقریباً ان سب کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ سے ہوتا ہے (تاریخ دارالعلوم دیوبند،ص۹۲، بعنوان ''دارالعلوم کے اکابرِ علم کا سلسلۂ اسناد''، بایماءِ مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند، حسبِ ہدایت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند، مطبوعہ:ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مذکورہ بالا مفصل کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

دارُالعلوم کا سلسلۂ اسناد محدثِ ہندوستان حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے چلتا ہے (ایضاً،ص۱۲،مقدمہ)

معلوم ہوا کہ اکابر دارالعلوم میں حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا شمار سرِ فہرست شخصیات میں ہوتا ہے،اور دارالعلوم کا سلسلۂ اسناد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ سے ہی چلتا ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کو دیوبند کے علمی مسلک کا مرجع الامر بھی قرار دیا ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی دیوبندی مکتبِ فکر کا فرد،حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے طرزِ فکر کو اپناتا ہے،تو وہ مسلکِ دیوبند کے اصولوں پر ہی عمل کرنے والا شمار ہوگا،اور اس کو اس سے خارج سمجھنا درست نہ ہوگا۔

www.idaraghufran.org

دیوبند کا فقہ واجتہاد میں ولی اللّٰہی معتدل ومتوسع اور جامع فکر

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے مسلکِ دیوبند کی تشریح وتوضیح، جس وسعت، جامعیت وہمہ گیریت کے ساتھ فرمائی ہے، اس میں یہ چیز نمایاں ہے کہ دیوبند کے مدرسہ کی بنیاد حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے جامع، معتدل ومتوسع طرزِ فکر پر قائم کی گئی۔

جبکہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کو دیوبند کی فکر سمجھنے اور بیان کرنے میں بہت اہمیت حاصل ہے۔

حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''علمائے دیوبند کا دینی رخ ومسلکی مزاج'' پر ایک نہایت جامع ومحققانہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جو اہلِ علم حضرات کے لیے قابلِ مطالعہ ہے، اس میں حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم مختلف بے اعتدالیوں اور افراط وتفریط پر مبنی افراد یا طبقات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> اگرچہ دارُالعلوم دیوبند کے قیام سے لے کر آج تک کی تاریخ سامنے ہو، تو اس قسم کی بے اعتدالیوں کی مقدار کچھ زیادہ نہیں تھی، لیکن اکابر علماء کے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا، اور ناواقف لوگ ان کو مسلکِ علمائے دیوبند سے منسوب کرنے لگے۔
>
> اس لیے بھی اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب اور مزاج ومذاق کی تشریح کرکے اسے ایسے جامع انداز میں مرتب ومدون کردیا جائے، جس کے بعد کوئی التباس واشتباہ پیدا نہ ہو۔
>
> اس ترتیب وتدوین کے لیے اس آخری دور میں بلاشبہ کوئی شخصیت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرّہٗ کی شخصیت سے زیادہ موزوں نہیں ہوسکتی تھی۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف نصف صدی سے زیادہ مدت تک دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے ہیں، بلکہ انہوں نے براہِ راست ان اکابر علمائے دیوبند سے اکتسابِ فیض فرمایا ہے، جو بلااختلاف، مسلکِ علمائے دیوبند کے حقیقی ترجمان تھے، انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن صاحب رحمہ اللہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ،

www.idaraghufran.org

امامُ العصر حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ جیسے اساطین سے صرف ضابطے کے تلمّذ کا شرف حاصل نہیں کیا، بلکہ مدتوں ان کی خدمت وصحبت سے فیض یاب ہو کر ان کے مزاج و مذاق کی خوشبو کو اپنے قلب وذہن میں بسایا تھا۔

کسی سیاسی اور انتظامی مسئلے میں کسی کو حضرت رحمہ اللہ سے خواہ کتنا اختلافِ رائے رہا ہو، لیکن اس بات میں دورائیں ممکن نہیں کہ اس آخری دور میں وہ مسلکِ علمائے دیوبند کے مستند ترین شارح تھے (علماء دیوبند کا دینی رُخ ومسلکی مزاج،ص۱۲،و۱۳، پیشِ لفظ،مطبوعہ:ادارہ اسلامیات لاہور، باراول، ذوالقعدہ1408ھ، جولائی1988ء)

حضرت شیخ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اکابرِ دیوبند کے رخصت ہونے کے بعد سلسلۂ دیوبند کی طرف منسوب بعض ایسے افراد پیدا ہوئے، جو مسلکِ دیوبند کی متوسط ومعتدل اور جامع فکر پر پورے نہیں اترتے تھے، اور افراط یا تفریط میں مبتلا ہو کر بے اعتدالیوں کا شکار تھے، جن کی وجہ سے مسلکِ دیوبند کی معتدل ومتوسط فکر میں التباس واختلاط کا اندیشہ تھا، اس مقصد کے لیے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی بیان کردہ تشریح وتوضیح انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

اب دارالعلوم دیوبند کی بنیادی واساسی فکر اور علمی اور فقہی مسلک پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

دارُالعلوم دیوبند کے اسلاف میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے لے کر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ تک کے سارے بزرگ شمار ہوتے ہیں، کیونکہ مسلکاً اور روایتاً دارالعلوم دیوبند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہے (تاریخِ دارالعلوم دیوبند، صفحہ ۹۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

سید محبوب رضوی صاحب کی مرتب کردہ مفصل تالیف ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' کے مقدمہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ دیوبند کے علمی مسلک کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جہاں تک (دیوبند کے) علمی مسلک کا تعلق ہے، اس کا مرجعُ الامر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ

www.idaraghufran.org

اللہ کی ذاتِ گرامی ہے، جن پر منجانب اللہ یہ علمی مسلک الہامی طور پر واردشدہ ہے، جس کی تفصیل گزرچکی ہے، اور وہ سارے علمی طبقات کے لیے اپنے کمالِ اعتدال اور جامعیت کی وجہ سے جیسے طبعًا مرکزِکل ہے، ایسے ہی سارے اہلِ مسالک اگر انصاف سے کام لیں، تو اس پر جمع ہوسکتے ہیں، یا کم سے کم اسے اپنا مرکز تسلیم کرکے، اس سے قریب ہوسکتے ہیں (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۸، مقدمہ)

معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند مسلکاً اور روایتاً حضرتُ الامام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے، نیز دیوبند کے علمی مسلک کا مرجع الامر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا علمی مسلک جوکہ الہامی ہے، وہ اپنی جامعیت اور کمالِ اعتدال کی وجہ سے سارے حق پرست علمی طبقات کے لیے مرکزِ کل کی حیثیت رکھتا ہے، جس پر تمام اہلِ حق مسالک جمع ہوسکتے یا کم ازکم اسے اپنا مرکز تسلیم کرکے اس سے قریب ہوسکتے ہیں۔

مذکورہ مضمون ہی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

مدرسہ دیوبند کے اس جامع اور معتدل فکر یا مسلک کا مقصد اور مطمحِ نظر ہندوستان کے تمام مسالکِ حقہ اور اہلِ مسالک کو باہم جوڑنا تھا، جبکہ اس وقت ملک میں جماعتی تشتّت جزوِ مسلک بنا ہوا تھا، اور سارے مسالک اور مسالک والے مسلکی تفاوت کی وجہ سے باہم دست وگریبان تھے، الا ماشاء اللہ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۷، مقدمہ، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ دیوبند اور اس کے جامع ومعتدل فکر یا مسلک کا مقصد اور بنیادی ہدف غیر منقسم ہندوستان کے تمام مسالکِ حقہ اور اہلِ مسالک کو باہم جوڑنا اور ان کے جماعتی تشتت کو ختم کرنا تھا، اور اس دور میں اس مقصد کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی شخصیت اور طرزِ فکر سے زیادہ موزوں اور کوئی شخصیت نہیں تھی، کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مطمحِ نظر بھی مسالکِ حقہ، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ وحنابلہ وغیرہ کو باہم جوڑنا تھا، پھر فقہی الوان میں اختلاف کے باعث کسی اہلِ حق کو مسلکِ دیوبند سے خارج کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

’’تاریخ دارالعلوم دیوبند‘‘ نامی مفصل ومدلل کتاب کے مقدمہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

تمام ائمہ کے فقہی مراتب بحیثیتِ مجموعی اس (دیوبندی) مسلک میں آ جاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ راجح ومرجوح یا افضل ومفضول یا اصل وفرع یا عزیمت ورخصت کا فرق نکل سکتا ہے، البتہ کہیں کہیں جائز وناجائز کا بھی فرق پیدا ہوتا ہے، مگر قلیل، سواس سے فقہ حنفی کی جامعیت اور دوسرے فقہوں کے برحق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ دونصوص باہم متعارض ہوں، یا ایک ہی نص کے دو پہلو فقہی طور پر متعارض ہوں، اس لیے اجتہادی فروعات میں اختلاف تو ہوجاتا ہے، مگر خلاف ونزاع کی کوئی شکل پیدا نہیں ہوسکتی کہ کسی فقہی مسلک سے اعراض یا گریز کی تہمت آئے، اس لیے ائمہ اجتہاد کی حقانیت وعظمت بھی ان کی شان کے مناسب قائم رہتی ہے، اور ان کے فقہی مسلک کی صداقت وعظمت اور تعظیم وتوقیر میں بھی فرق نہیں آتا، پھر یہ اختلاف بھی حق وباطل کا نہیں ہوتا کہ باعثِ کش مکش ہو، بلکہ محض (اجتہادی وظنی) خطأ وصواب کا ہوتا ہے، جن میں سے کوئی بھی پہلو اجر سے خالی نہیں، اور ظاہر ہے کہ جب سارے فقہوں اور فقیہوں کے اجتہادات اس طرح ایک مرکز پر جمع ہوکر درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام ومرتبہ کے مناسب قائم رہتے ہیں، تو نہ صرف یہ کہ نزاع وجدال کے رخنے مسدود ہوجاتے ہیں، بلکہ قدرِ مشترک کے طور پر ایک مابہ الاتحاد بھی پیدا ہوجاتا ہے، جس کے تحت یہ سارے فقہ اور فقہی مراتب نہ صرف معتبر ہی ٹھہرتے ہیں، بلکہ ایک مرکز پر سمٹ آتے ہیں، جو اس (دیوبندی) مسلک کی جامعیت کی کھلی دلیل ہے۔

رہے فِرَقِ حقۂ اسلامیہ جو اصول ومبانی میں متحد رہ کر فروعی عقائد کے معانی میں بتقضائے قواعدِ شرعیہ کچھ مختلف ہیں، تو ظاہر ہے کہ اس کا منشا بھی اجتہادی نظر وفکر ہی ہے، جس سے بتفاوتِ اجتہاد، متفاوت نظریات قائم ہوکر عقیدے کی صورت اختیار کرلیں، اور وہ فرقہ سمجھے جانے لگیں، دراں حالیکہ وہ فرقہ نہیں ہوتے، جبکہ تمام اصول اور مبانیِ اسلام میں متحد ہیں، لیکن حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب رحمہ اللہ کا مسلک جبکہ جامع نص واجتہاد ہے، تو ان فروعی عقائد کا بھی کوئی اجتہادی پہلو جب تک کہ شریعت کے بنیادی اصول اور اساسی قواعد و

www.idaraghufran.org

ضوابط سے متصادم نہ ہو، نا قابلِ قبول نہیں رہتا، بجز اس کے کہ اس پہلو کو مسئلہ کا بنیادی مقام دینے کے بجائے اُسے ضمنی، فرعی مقام پر رکھ دیا جائے، ترک نہیں کیا جاتا، اس طرح سے کوئی بھی حقانی فرقہ اور اس کا کوئی بھی اعتقادی مسئلہ جبکہ تھوڑی سی توجیہ کے بعد اس مسلک سے باہر نکلنے نہیں پاتا، صرف مقصدی اور غیر مقصدی درجہ کا فرق باقی رہ جاتا ہے، تو اسے بھی کلیۃً متروک کردینے کی صورت پیدا نہیں ہوتی، جبکہ وہ کسی نص کے محتملات یا کسی شرعی اصول کی فرعیات کے دائرہ میں ہے، اس لیے اس جامع مسلک میں یہ اسلامی فرقے بھی اصل فرقۂ حقہ سے کلیۃً جدا نہیں ہوتے، بلکہ اس سے قریب تر ہوجاتے ہیں، صرف فرقِ باطلہ ہی باہر رہ جاتے ہیں، جو حق کے دائرہ میں داخل ہی ہونا نہیں چاہتے (تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۲۹ و ۳۰، مقدمہ)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے اسی مضمون میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

بہرحال اس مسلکِ اعتدال کا دائرہ اصولاً اس حد تک جامع، وسیع اور حاوی ہے کہ نہ اس سے اجتہادی طبقات جدا رہ سکتے ہیں، نہ کلامی گروہ اور نہ عقلی اور فلسفی حلقے کٹ سکتے ہیں، جبکہ ان کے مسلّمات سب اس میں لپٹے ہوئے ہیں، جس کے معنیٰ اس کے سوا دوسرے نہیں ہیں کہ ولی اللّٰہی مسلک نے تمام فرقوں، تمام حلقوں اور تمام طبقات کو اصولاً اپنے اندر سمیٹ کر کے جمع کرلیا ہے، جس میں مرکزیت کی وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں، جو کسی بھی معقول پسند طبقہ کو اپنے سے باہر نہیں رہنے دیتیں، اور جب بھی انہیں انصاف اور حق پسندی سے کام میں لایا جائے گا، وہ ان سب کے لیے ایک تشفی بخش نسخہ اور جامع مرکزِ توجہ ثابت ہوں گی، اور باہمی نزاعات یا قومی تفرقے کو بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکیں گی (تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۳۱، مقدمہ)

مذکورہ عبارات سے نہ صرف یہ کہ مسلکِ دیوبند کی اہلِ حق کے فقہی مسالک کے لیے وسعت وہمہ گیریت اور جامعیت واضح ہوتی ہے، بلکہ اسی کے ساتھ فرقِ باطلہ اس سے خارج بھی ہوجاتے ہیں، جو اس مسلک کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ مانع ہونے کی بھی دلیل ہے، اور اس کی بنیادی وجہ، وہی جامع نص واجتہاد پر مبنی ولی اللّٰہی مسلک کی جامعیت ومانعیت اور وسعت واعتدال ہے، جس نے تمام حقانی فرقوں، حلقوں اور تمام طبقات کو اصولاً اپنے اندر سمیٹ کر جمع کرلیا ہے، اور یہی ولی اللّٰہی مسلک درحقیقت مسلکِ دیوبند

www.idaraghufran.org

کا مجمع الامر ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزرا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''علماءِ دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج'' میں تحریر فرماتے ہیں:

شرعی مذاہب میں مذہبِ اہل سنت والجماعت بلحاظِ اساس و بنیاد اعدلُ المذاہب ہے، اور اس کے پیرو خواہ وہ حنفیہ ہوں یا شافعیہ، مالکیہ ہوں یا حنابلہ بہ تفاوتِ اصولِ تفقہ، اہل السنّت والجماعت ہیں (علماء دیوبند کا دینی رُخ و مسلکی مزاج، ص ۲۵، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بار اول، ذوالقعدہ1408ھ، جولائی1988ء)

معلوم ہوا کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مفہوم میں حنفیہ کے علاوہ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سب داخل ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی اسی مذکورہ تالیف میں تقلید واجتہاد کے معاملہ میں مسلکِ دیوبند کے اعتدال اور وسعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

پس نہ وہ (یعنی علمائے دیوبند) کورانہ اور غیر محققانہ تقلید کا شکار ہیں، اور نہ برخود غلط ادّعائے اجتہاد کے وہم میں گرفتار، اس لیے ایک طرف تو وہ خودرائی اور آزادیٔ نفس سے بچنے کی خاطر نصوصِ کتاب وسنت تو بجائے خود ہیں، اقوالِ سلف اور ذوقِ سلف تک کا پابند رہنا ضروری سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف بے بصیرتی اور کور ذہنی سے بچنے کی خاطر افتاء اور فتاویٰ کو ان کے اصل ماخذوں سے نکلتا ہوا دیکھنے اور حسبِ ضرورت کسی متماثل جزئی پر پیش آمدہ جزئیات کو قیاس کر کے فقہی حکم لگانے سے بھی بے تعلق رہنا نہیں چاہتے۔

غرض نہ تو وہ مجتہدین فی الدین کے بعد اجتہادِ مطلق کے قائل ہیں، جبکہ عملاً اس کا وجود ہی باقی نہیں رہا ہے، اور نہ ہی جنسِ اجتہاد کی کلی نفی کر کے فتاویٰ کے حقائق وعلل کے استخراج اور ان کے مؤیدات کے استنباط یا متماثل جزئیات سے جزئیاتِ وقت کے استخراج سے گریزاں ہیں، بلکہ تقلید کے ساتھ تحقیق کا ملا جلا رنگ لیے ہوئے ہیں (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۴۳ و ۱۴۴، بعنوان: فقہ اور فقہاء، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بار اول، ذوالقعدہ 1408ھ، جولائی1988ء)

نیز حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ آگے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

اس مسلک پر ائمہ اجتہاد کی محبت وعظمت کے حقوق کی ادائیگی یہ نہیں ہے کہ اپنے اجتہادی مذہب کی فوقیت ظاہر کرکے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس کی تبلیغ واشاعت کی فکر کی جائے، یا اپنے مذہب کی تائید کے لیے دوسرے مذاہب فقہیہ کے ردّ وابطال میں زورصرف کیا جائے، یا دوسرے ائمہ اجتہاد اور سلفِ صالحین کی شان میں گستاخی، سوءِ ادب اوران کی فرعیات کے ساتھ تمسخر واستہزاء سے دنیا وآخرت تباہ کی جائے، جبکہ ان میں سے ایک صورت بھی ترجیح یا تقویتِ مذہب کی نہیں، ابطالِ مذہب کی ہے، اور یا پھر غرورِ علم کی ہے کہ بزعمِ خود اپنے ہی مذہب میں حق کو منحصر سمجھ لیا جائے، جو بلا شبہ افراط وتفریط ہے، جس سے مسلک علماء دیوبند بالکل الگ ہے (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۴۵، بعنوان: فقہ اور فقہاء، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، باراول، ذوالقعدہ 1408ھ، جولائی 1988ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ مسلکِ دیوبند میں کتنا اعتدال وجامعیت ہے کہ اس میں نہ غلط ادعائے اجتہاد کا دعویٰ پایا جاتا کہ جس کی وجہ سے پوری آزادی پیدا ہوجائے، اور سلف کے مقابلہ میں نئے نئے اقوال کا اختراع کیا جائے، اور نہ ہی جنسِ اجتہادِ کلی کی نفی اور کورانہ وغیر محققانہ تقلید پائی جاتی کہ جس کی وجہ سے نصوص کتاب وسنت اور اقوالِ سلف کو نظر انداز کردیا جائے، اور افتاء وفتاویٰ کے اصل مآخذ ومراجع کے تتبع کو ترک کردیا جائے، اور اسی طرح نئے پیش آمدہ مسائل کی تحقیق سے بھی گریز کیا جائے، بلکہ تقلید کے ساتھ تحقیق واجتہاد کا ملا جلا رنگ پایا جاتا ہے، یہی رنگ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا بھی ہے، اس طرح ولی اللّٰہی فکر اہلِ دیوبند کا مرجع الامراور مسلکِ اصل ہے۔

اسی طرح مسلکِ دیوبند میں اپنے اجتہادی مذہب کی فوقیت وبرتری ظاہر کرکے دوسرے مذاہبِ حقہ کے مقابلہ میں تبلیغ واشاعت کا بھی اہتمام نہیں کیا جاتا، اور اپنے مذہب کی تائید کے لیے دوسرے مذاہبِ فقہیہ کے ردوابطال میں بھی زورصرف نہیں کیا جاتا، اور حق کو صرف اپنے مذہب میں منحصر سمجھنے کا دعویٰ بھی نہیں کیا جاتا، کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی فکر تمام مذاہب کو برحق قرار دینے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے قریب لانے اور تطبیق پیدا کرنے کی ہے۔

مسلکِ دیوبند یا علمائے دیوبند کا بنیادی طور پر دینی رُخ اور مسلکی مزاج یہی ہے، جو متقدمین اور سلف کے طرز پر قائم ہے۔

اوراس سب کی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی معتدل ومتوسع فکر پر قائم ہے، جس کی وضاحت وصراحت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے خود فرمادی ہے، اوران کی اس سلسلہ میں عبارت پہلے ذکر کی جاچکی ہے، اور متعدد اہلِ علم حضرات نے متقدمین اور سلف محققین فقہائے کرام اوران کے مقابلہ میں مقلدین عوام کا بھی یہی طرزِ عمل بیان فرمایا ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے مسلکِ دیوبند کے معتدل ومتوسع ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے مخالف کے بارے میں تکفیر بازی اور دشنام طرازی، بدگوئی اور تحاسد وتباغض وغیرہ سے اجتناب کرتے ہوئے احقاقِ حق اورابطالِ باطل کا بھی ذکر کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

> وہ (یعنی علمائے دیوبند) بیک وقت مفسر بھی ہیں اورمحدث بھی، فقیہ بھی ہیں اور متکلم بھی، صوفی بھی ہیں اور مجاہد بھی، مقلد بھی ہیں اور مفکر بھی، اور پھران تمام علوم اورعناصرِ دین کے امتزاج سے ان کا جماعتی مزاج معتدل بھی ہے اور متوسط بھی، جس میں نہ غلو ہے نہ مبالغہ، اوراس توسط اوروسعتِ نظری کی بدولت نہ ان کا مشغلہ تکفیر بازی ہے، نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سبّ وشتم اورتبرّا ہے، نہ بدگوئی، نہ عناد وحسد اورطیش ہے، نہ غلبۂ جاہ ومال سے افراطِ عیش، بلکہ صرف بیانِ مسئلہ اورحقائقِ بیانی یا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے، اور بالفاظِ مختصر اصلاحِ امت اوراتحاد بین المسلمین ہے، جس میں نہ متخالف شخصیات کی تحقیراور بدگوئی ہے نہ ان پر مغرورانہ طعن واستہزاء کا، نہ ان کے بیانات وخطابت کا موضوع مخالفِ مسلک طبقات سے خواہ مخواہ الجھنا اورعوام کو ان سے نفرتیں دلاتے رہنا اوران کے خلاف ہمہ وقت عوامی جذبات کو مشتعل کرتے رہنا ہے، جبکہ ان کی زبانیں بیانِ مسائل ہی سے فارغ نہیں، تو ان خرافات کے لیے وہ فرصت کہاں سے پاتے۔
>
> تکفیر بازی تو بجائے خود ہے، ان کے یہاں سرے سے ان اشخاص کا ذکر وتذکرہ تک بھی زبانوں پر نہیں ہوتا، جو ہمہ وقت ان کی بدگوئی میں لگے رہتے ہیں، پس انہی اوصاف واحوال کا مجموعہ نام ''دارالعلوم دیوبند'' ہے، اوراسی علمی وعملی اورعقلی واخلاقی ہمہ گیری سے اس کا دائرۂ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۹۲و۱۹۳،

www.idaraghufran.org

بعنوان: فقہ اور فقہاء، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بارِ اول، ذو القعدہ 1408ھ، جولائی 1988ء)

معلوم ہوا کہ مسلکِ دیوبند میں دین کے تمام شعبوں کی جامعیت پائی جاتی ہے، مگر ان سب شعبوں میں غلو ومبالغہ سے بچتے ہوئے وسعتِ نظری اور اعتدال وتوسع بھی پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلکِ دیوبند کے جماعتی مزاج میں نہ تو تکفیر بازی کا مشغلہ ہے، نہ دُشنام طرازی اور سب وشتم ہے، اور نہ ہی کسی کی شان میں بدگوئی ہے اور نہ ہی کسی فرد یا جماعت سے ذاتی تعصب اور بغض وعناد ہے، بلکہ ان سب چیزوں سے بچ کر احقاقِ حق وابطالِ باطل ہے، اور فقہی مسالک اور مجتہد فیہ اختلافی مسائل بالخصوص ائمہ اربعہ اور ان کی طرف منسوب مسالک چونکہ حق وباطل کا اختلاف نہیں کہلاتے، تو اس میں جانبِ مخالف پر مذکورہ چیزوں کو اختیار کرنے کے کیا معنیٰ؟

ایک طرف تو مسلکِ دیوبند کے عظیم ترجمان حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ مذکورہ تشریحات کو ملاحظہ فرمائیں، اور دوسری طرف موجودہ دور کے دیوبندی حلقۂ فکر کی طرف منسوب جمود وتشدد اور انتہاء پسندی اور دُشنام طرازی کا مزاج رکھنے والے بعض حضرات کے طرزِ عمل کو ملاحظہ فرمائیں، تو اس کے نتیجہ میں افراط وتفریط کے مابین اصل اور حقیقی معتدل ومتوسع دیوبندی فکر واہلِ دیوبند کے طرزِ عمل کو پہنچانا مشکل نہ ہوگا۔

پس مسلکِ دیوبند کے مطابق اہل السنۃ والجماعۃ کے مفہوم میں اہلِ حق سلسلہ سے وابستہ حنفیہ کے علاوہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سب داخل ہیں، اور اس میں جس طرح تقلیدِ شخصی وغیر شخصی کرنے والے عوام داخل ہیں، اسی طرح اجتہاد وتحقیق کے درجہ پر فائز وہ اہلِ علم واہلِ تفقہ بھی داخل ہیں، جن میں اجتہادی شان وصلاحیت پائی جاتی ہے، اگرچہ وہ جزوی نوعیت کی کیوں نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اکابرِ دیوبند میں ایسے متعدد اصحابِ علم واصحابِ فقہ گزرے ہیں، اور اب بھی بحمداللہ تعالیٰ پائے جاتے ہیں، اور آئندہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آتے رہیں گے کہ جو تحقیق واجتہاد کے اعتبار سے جزوی مجتہد، متبحر فی المذہب اور اصحابِ ترجیح وتخریج یا ان سے کم وبیش درجات کے حامل ہیں، اسی وجہ سے انہوں نے متعدد مسائل میں دلائل یا حالات کے پیشِ نظر حنفیہ کے مرجوح یا غیر حنفیہ کے اقوال کو راجح یا مفتی بہ قرار دیا ہے، جن میں حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی اور حضرت کشمیری وغیرہ رحمہم اللہ اور ان کے بعد کے متعدد اصحابِ علم وفقہ داخل ہیں۔

www.idaraghufran.org

نیز دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج پر قائم دنیا بھر کے متعدد مدارس وجامعات میں غیر حنفی مثلاً شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ مسالک سے وابستہ طلبۂ کرام بھی تعلیم حاصل کرتے اور فراغت پاتے ہیں، جن کو ان جامعات ومدارس سے اسناد بھی جاری کی جاتی ہیں، اور ان کی تعداد کوئی کم نہیں ہے۔

اور ہمارے نزدیک جس طرح تقلیدِ شخصی کو واجب قرار دینے والا طبقہ اس مسلک میں داخل ہے، اسی طرح مطلق تقلید کے وجوب اور تقلیدِ شخصی کے عدمِ وجوب اور مجتہد کے لیے اجتہاد وتحقیق کے وجوب کے قائلین بھی داخل ہیں، کیونکہ یہ سب اہلِ حق کے اصولوں سے وابستہ ہیں، البتہ جزوی الوان کا فرق ہے، مگر اس سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ دیوبند اور مظاہر العلوم کے مدارس کی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی دعوتِ فکر پر رکھی گئی، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ہندوستان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوئی۔ کہ عین تنزل اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح ودعوت کا ایک نیا نظام مرتب کر دیا تھا۔ اور وہ "رجوع الی دین السلف الصالح" ہے۔ اس دعوت نے ہندوستان میں فروغ حاصل کیا، اور گو سیاسی حیثیت سے وہ ناکام رہا، تاہم نظری ومذہبی وعلمی حیثیت سے اس کی جڑیں مضبوط بنیادوں پر قائم رہیں، جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ اس سیاسی انقلاب کے بعد گو اس دعوت کے ارکان ہندوستان کی مختلف اسلامی ریاستوں کو یا ہندوستان سے باہر حجاز کو ہجرت کر گئے، مگر چند باہمتوں نے اسی نظری ومذہبی وعلمی نظریوں کی دعوت، اشاعت اور تعلیم کی غرض سے دیوبند اور سہارن پور میں اسلام کی مذہبی درسگاہوں کی بنیاد رکھی، اور ان کے ذریعہ سے افغانستان سے حجاز تک اس تحریک کو پھیلا دیا۔ اس تحریک کا اولین اصول یہ تھا کہ اسلام کو بدعات سے پاک کر کے علم وعمل میں سلفِ صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے، اور مسائلِ فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے۔
>
> لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ (یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) فقہ

www.idaraghufran.org

میں کیا تھے؟ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خود اپنے سوانح الجزء اللطیف کے آخر میں اپنے کو خود ہی بتادیا ہے کہ وہ کیا تھے؟ فرماتے ہیں:

وبعد ملاحظہ کتبِ مذاہبِ اربعہ واصولِ فقہ ایشاں واحادیثے کہ متمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد (یعنی چاروں فقہاء کے مذاہب اور ان کے اصولِ فقہ کی کتابیں، اور جن احادیث سے وہ استدلال کرتے ہیں، ان کو دیکھنے کے بعد اپنی بصیرت کی روشنی میں دل فقہائے محدثین کے طرزِ عمل پر مطمئن ہوا) (مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار اور تنظیم فکرِ ولیُ اللّٰہی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ، صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

اس سے معلوم ہوا کہ دیوبند اور سہارنپور کے مدارس و درسگاہوں کی بنیادیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب رحمہ اللہ کے طرزِ فکر پر قائم کی گئیں، یہی بات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین   (ضمیمہ: جنت کے قرآنی مناظر:55)   مفتی محمد امجد حسین

مباحث روح وبدن (حصہ دوم)

روح کے متعلق اختلاف کی بنیادی نوعیتیں

گزشتہ تفصیل سے روح کی حقیقت کے متعلق کثرتِ تعبیرات وتفصیلات سے قطع نظر، جو سینکڑوں اقوال میں منتشر ہے، اور کہنے والے کے اس قول کا مصداق ہے۔ ع

شدید پریشانی خوابِ من از کثرتِ تعبیرھا

خود اصول اور بنیادی نوعیت کے درج ذیل اختلافات سامنے آتے ہیں۔

(1)......جوہر مجرد ہے یا جسم؟   (2)......قدیم ہے یا حادث؟

(3)......حادث قبل البدن ہے یا بعد البدن؟   (4)......جسمِ عنصری ہے یا غیر عنصری؟

روح کی قدامت اور حدوث بعد البدن غیر معتبر نظریات ہیں

ان اختلافات میں سے قدیم اور حادث بعد البدن سے ہم بحث نہیں کریں گے کہ توحیدی عقیدہ جو تمام آسمانی شریعتوں کی مشترکہ اساس اور اصل الاصول ہے، اور انسان کی اصل فطرت کی پکار وآواز ہے، روح کے قِدَم کا نظریہ اس کے منافی ہے، اس لیے فضول اور نا قابلِ قبول ہے، اور یہ کہ ماضی بعید کی یہ محض ایک بھولی بسری یاد ہے، جس کی خود ماڈرن سائنس وفلسفہ کے بازار میں بھی کوئی ویلیو اور پوچھ نہیں۔

اور حادث بعد البدن کا نظریہ عقیدۂ آرت اور مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی (جو اسی روح کو حاصل ہوگی) اور غیبی وروحانی حقائق سے انحراف اور ان سے انکار پر مبنی ہے، اور ایک بہت بڑی کائنات کی حقیقت کے متعلق مغالطہ آمیزی پر مشتمل ہے، جس کی تردید میں اقبال نے کہا ع جان مرتی نہیں مرگِ بدن سے

باقی نظریات میں تطبیق

باقی نظریات باہم منطبق ہو جاتے ہیں، اس کے سمجھنے کے لیے ایک اور اصولی بحث سمجھنی ہوگی، جو سمجھنے والوں نے سمجھی ہے، اور پھر سمجھائی بھی ہے۔

روح دو ہیں

روح ایک نہیں دو ہیں، ایک روح وہ ہے، جو تنفس اور سانس کی شکل میں ہمارے جسم میں سمائی ہوئی ہے، اور

www.idaraghufran.org

آکسیجن کی صورت میں ہمارے خون کے ساتھ پورے جسم میں گردش کرتی ہے، اور موت کے وقت اس جسم سے الگ ہوجاتی ہے، یہ روح ظاہر ہے کہ ایک جسم ہے (جوہر مجرد نہیں) لیکن جسمِ لطیف ہے، اور ہمارے کثیف جسم میں سمائی ہوئی ہے، اطباء (میڈیکل والے) اسی کو روح ہوائی، جسم عنصری، روحِ حیوانی، روح طبعی یا روح نفسانی وغیرہ مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں، جسم کے مختلف اعضاءِ رئیسہ سے تعلق کی نسبت سے بھی اس کے مختلف نام رکھے ہیں، اسی روح کو فرشتے رحمِ مادر میں جنین کے اندر ڈالتے ہیں، تو وہ زندہ انسان بن جاتا ہے، موت کے وقت اسی کو فرشتے نکال کر لے جاتے ہیں، علیین یا سجین میں اسے پہنچاتے ہیں، قبر میں جسم کے ساتھ اس کا تعلق جوڑ کر عذاب وثواب کے مرحلوں سے گزارتے ہیں، لیکن اس روح کی بھی ایک اور روح ہے، جو جوہر مجرد ہے، اور جسم یا جسمانیات کی صفات سے پاک ایک لطیفۂ ربّانی ہے، اور طبعی یا جسم میں موجود اس عنصری روح کی حیات خود اس لطیفۂ ربانی، جوہرِ مجرد کے دم قدم اور اس سے تعلق کے ساتھ ہے۔ روحِ طبعی یا ہوائی کی نسبت اس روحِ مجرد کے ساتھ اس طرح ہے، جس طرح ایک آئینہ آفتاب کے سامنے رکھا گیا ہو، اور وہ آفتاب سے روشنی پا کر منعکس ہوتا ہو۔

آئینہ اگر صیقل اور صاف شفاف ہو، تو آفتاب سے خوب منور اور فیض یاب ہوتا ہے، اور آفتاب سے چمک دمک اور شعاع پاتا ہے، آئینہ گدلا اور زنگ آلود ہو، تو آفتاب کی شعائیں اس میں منعکس نہیں ہوتیں، اسی طرح یہ روحِ طبعی یا روحِ عنصری یا جسمِ لطیف، اعمالِ صالحہ اور فطرت کے تقاضوں پر چلنے کی وجہ سے روشن ومنور ہوجاتا ہے، پھر اس روحِ مجرد کا عکس اس میں خوب آتا ہے، یہ روشن وچمکدار ہوجاتا ہے، لیکن غفلت، جہالت، شر وشرارت، فساد وطغیان، کفر اور سرکشی وغیرہ کی صورت میں یہ زنگ آلود ہوجاتا ہے، پھر اس آفتاب کے مثل عالمِ بالا میں موجود روح جو جوہرِ مجرد ہے، اس سے اس کو فیض نہیں پہنچتا، اس کی فطرت اور روحانی ملکات روشن وبیدار نہیں ہوتے یہ بھٹک کر رہ جاتا ہے۔

اس طرح احادیث میں بھی تطبیق ہوجاتی ہے کہ روح جنت میں یا عالمِ بالا میں ہے، یا قبر میں عذاب وثواب میں مبتلا ہے، تو عالمِ بالا میں روحِ مجرد یعنی جو روح کی بھی روح ہے، وہ ہے، اس کو جوہرِ مجرد کہنے والوں نے کہا تو درست کہا، اور جو روح ہمارے جسم میں سمائی ہوئی ہے، یہ روح جسمِ لطیف ہے، اعضاءِ جسم سے تعلق کی صورت میں عنصری بھی اسے کہہ سکتے ہیں، تو اسے جسمِ لطیف، روح ہوائی یا روح طبعی، یا جسمِ عنصری کہا گیا، تو یہ بھی درست ہے، غرضیکہ روح کی یہ دو قسمیں ہونے پر دونوں طرح کے اقوال صحیح معنیٰ و مواد پر محمول ہوجاتے ہیں۔

(جاری ہے)

www.idaraghufran.org

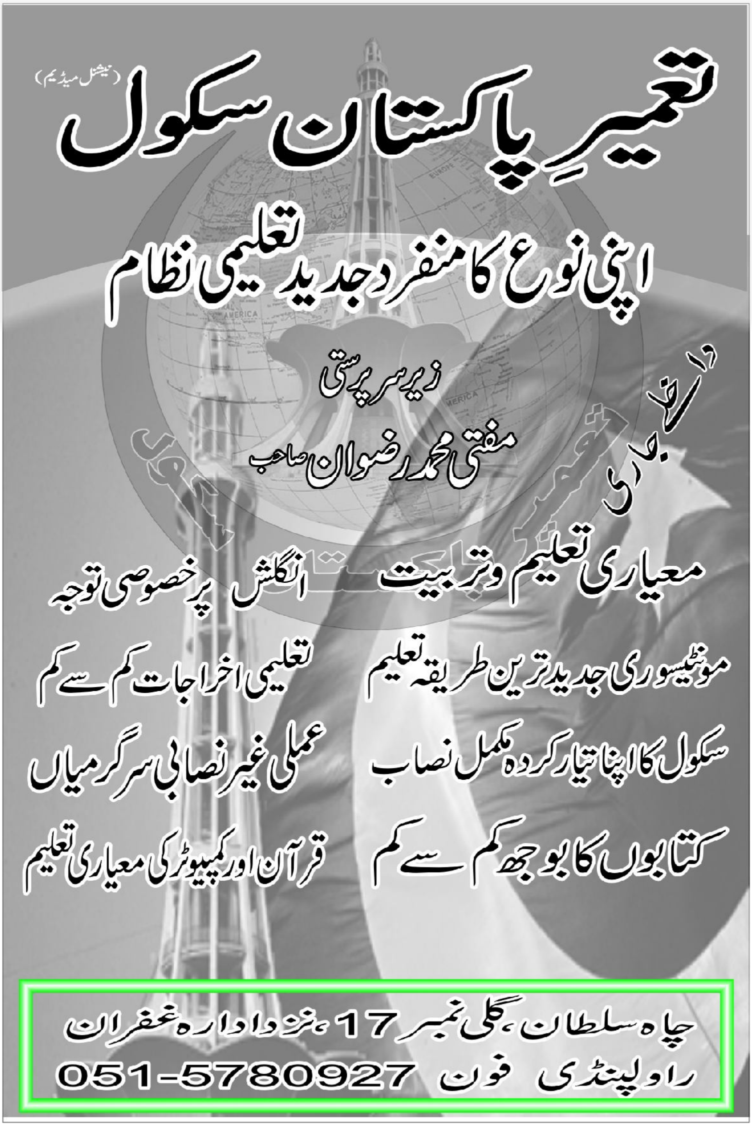
(نیشنل میڈیم)
تعمیرِ پاکستان سکول
اپنی نوع کا منفرد جدید تعلیمی نظام
زیر سرپرستی
مفتی محمد رضوان صاحب
داخلہ جاری
معیاری تعلیم وتربیت
انگلش پر خصوصی توجہ
مونٹیسوری جدید ترین طریقہ تعلیم
تعلیمی اخراجات کم سے کم
سکول کا اپنا تیار کردہ مکمل نصاب
عملی غیر نصابی سرگرمیاں
کتابوں کا بوجھ کم سے کم
قرآن اور کمپیوٹر کی معیاری تعلیم
چاہ سلطان، گلی نمبر 17، نزد ادارہ غفران
راولپنڈی فون 051-5780927

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ربیع الاول ۷۰۱ھ: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن قاسم بن عیسیٰ بن محمد عمری اربلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۳۴۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۰۲ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن محمد بن عمر بن حسن بن خواجا فارسی دمشقی معدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۷۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۰۳ھ: میں حضرت حبیبہ بنتِ مفتی تقی الدین احمد بن عز محمد مقدسیۃ رحمہا اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۲۱۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۰۴ھ: میں حضرت ابومحمد عیسیٰ بن ابومحمد بن عبدالرزاق بن ہبۃ اللہ صالحی عطار مغاربی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۸۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۰۷ھ: میں حضرت عبداللہ بن عمر بن شیخ بہاء الدین علی بن ہبۃ اللہ بن سلامۃ بن حمیزی مصری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۳۳۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۱۰ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن ہبۃ اللہ دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۱۵۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۱۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ فخر الدین مغربی مراکشی دمشقی شافعی مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۳۳۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۱۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمود بن عمر بن یلدق حرانی مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۲۰۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۱۵ھ: میں حضرت ابوالفداء اسحاق بن اسماعیل بن ابوالقاسم مقدادی کندی رجبی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۱۶۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۷۱۸ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن سلیمان بن سالم بن عبدان حورانی سماک صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۴۶)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ ربیع الاول ۲۰ے ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن مجاہد محمد بن احمد بن یونس صالحی حدادسکاکینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۱۵۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۳ے ھ: میں قاضی القضاۃ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن سالم بن حافظ ابی المواہب حسن بن تغلبی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۹۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵ے ھ: میں حضرت ابوعمر عبدالرحمٰن بن عبدالولی بن ابراہیم عباسی یلدانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۳۶۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۶ے ھ: میں حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز بن عبدالقادر بن صائغ انصاری دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۳۶۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۹ے ھ: میں حضرت ابوبکر بن عثمان بن سیف حکیم فاضل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۴۱۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲ے ھ: میں حضرت ابوالخیر تمام بن محمد بن اسماعیل دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۱۹۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴ے ھ: میں حضرت ست العرب بنت سیف علی بن رضی مقدسیہ رحمہا اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۲۸۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۵ے ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد بن احمد دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۱۳۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶ے ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن علی صرخدی صالحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۱ ص ۵۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۴۰ے ھ: میں حضرت فاطمہ بنت عبدالصالح عبدالرحمٰن بن عیسیٰ رحمہا اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۱۱۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۴۱ے ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن تمام بن حسان مقری صالحی خیاط حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۱۴۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۴۳ے ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن جابر بن محمد وادی تونسی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر ج ۲ ص ۱۸۰)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار — امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط:16) — مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

اخلاق وعادات اور ذاتی زندگی میں ابوحنیفہ کا مقام

اخلاق وعادات اور ذاتی زندگی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مالدار، اور تاجر خاندان کے چشم و چراغ تھے، بڑی دولت کے مالک تھے، مگر آپ خود نہایت ہی سادہ اور پرہیزگاری والی زندگی بسر کرتے تھے، کوفہ میں آپ کے ریشمی کپڑوں کا کاروبار بڑے پیانے پر پھیلا ہوا تھا، دوکان کے ساتھ ساتھ، ریشمی کپڑا تیار کرنے کا ایک کارخانہ بھی تھا کہ جس میں کام کرکے بہت سے لوگ اپنی معاشی ضروریات پوری کرتے تھے۔

مگر اس سب کے باوجود آپ فرماتے تھے کہ چالیس سال سے میرا معمول ہے کہ میں سالانہ چار ہزار درہم (یعنی ماہانہ 333 درہم اپنی اور اپنے اہلِ وعیال کی ضروریات کے لیے) رکھ کر، باقی رقم نکال دیتا ہوں، اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ اپنی ضرورت کے لیے مالداروں کے پاس جانا پڑے گا، تو میں ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھتا۔ [1]

اور فیض بن محمد رقی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ بغداد میں میری ملاقات ابوحنیفہ سے ہوئی، میں نے ان سے کہا کہ میں کوفہ جانے کا ارادہ کررہا ہوں، کوئی ضرورت ہو تو بتایئے؟ آپ نے فرمایا کہ تم میرے بیٹے حماد سے جاکر کہنا کہ اے میرے بیٹے! میرا ماہانہ خرچ دو درہم ہے، کبھی ستّو تو کبھی روٹی پر گزارا کررہا ہوں، اور تم نے یہ دو درہم بھی نہیں بھیجے، اس لیے ان کو جلدی سے بھیج دو۔ [2]

اور سہل بن مزاحم فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ امام صاحب کے گھر گئے، تو وہاں ہمیں چٹائی کے علاوہ، کوئی

---

[1] مليح قال ثنا ابى عن أبى حنيفة قال ماملكت أكثر من أربعة آلاف درهم منذ أكثر من أربعين سنة إلا أخرجته وإنما امسكها لقول على رضى الله عنه أربعة آلاف درهم فما دونها نفقة ولولا انى أخاف ان ألجأ إلى هؤلاء ما تركت منها درهما واحدا (اخبار ابى حنيفة و اصحابه للصيرى، ص ٦١)

[2] داود ابن رشيد يقول سمعت الفيض بن محمد الرقى يقول لقيت أبا حنيفة ببغداد فقلت له إنى أريد الكوفة فلك حاجة قال إيت أبنى حمادا فقل له يا بنى إن قوتى فى الشهر درهمان فمرة للسويق ومرة للخبز وقد حبسته عنى فعجله على (ايضاً، ص٤٧)

www.idaraghufran.org

ایسی چیز نظر نہیں آئی۔ [1]

آپ ضرورت مندوں، علماء، تلامذہ، محدثین اور مشائخ کی حاجت روائی اور ان کی مالی امداد کا بہت خیال رکھتے تھے، اور ان کی امداد کے لیے اپنے پاس سے کچھ سامانِ تجارت، ان کی طرف سے بغداد بھیجا کرتے تھے، اور اس کو فروخت کر کے سال بھر کا نفع، جمع کر کے اہلِ علم پر خرچ کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ صرف اللہ کا شکر ادا کریں، کیونکہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا ہے، یہ سب آپ ہی کے لوگوں کے سامان کا منافع ہے، مجھے تو اللہ نے صرف آپ کو رزق پہنچانے کا سبب بنایا ہے۔ [2]

اور شریک فرماتے ہیں کہ آپ اپنے تلامذہ اور طالب علموں کا پورا خرچہ برداشت کیا کرتے تھے، تاکہ وہ سکون و اطمینان سے تعلیم حاصل کرسکیں، ان کی فراغت تک ان کے، اور ان کے بال بچوں کا وظیفہ دیا کرتے تھے، پھر جب یہ طلبہ تحصیلِ علم سے فراغت حاصل کر لیتے، تو ان سے فرماتے کہ اب تم حلال و حرام کی معرفت حاصل کر چکے ہو، اور غنیٰ اکبر کے درجہ پر پہنچ چکے ہو۔ [3]

اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ ان تین اوصاف کی وجہ سے مشہور تھے:

ایک کثرت مہربان اور حسنِ سلوک کی وجہ سے، دوسرے قلتِ کلام (یعنی کم بولنے چالنے) کی وجہ سے اور تیسرے علم اور اہلِ علم کی عزت و اکرام کرنے کی وجہ سے۔ [4]

جب کوئی آدمی امام صاحب کے حلقۂ درس کے قریب سے گزرتا، اور وہ آکر بیٹھ جاتا، بغیر کسی ارادہ کے، اور وہ حلقہ کے احباب میں سے بھی نہیں ہوتا تھا، تو آپ کی خیریت معلوم کرتے، اگر حاجت مند ہوتا، تو اس

---

[1] سهل بن مزاحم قال كنا ندخل على أبى حنيفة ولا نرى فى بيته شيئا إلا البوارى (اخبار ابى حنيفة و اصحابه، ص۴۷)

[2] قيس بن الربيع يحدثنى عن أبى حنيفة انه كان يبعث بالبضائع إلى بغداد فيشترى بها الأمتعة ويحملها إلى الكوفة ويجمع الأرباح عنده من سنة إلى سنة فيشترى بها حوائج اشياخ المحدثين وأقواتهم وكسوتهم وجميع حوائجهم ثم يدفع باقى الدنانير والأرباح إليهم ثم يقول أنفقوا فى حوائجكم ولا تحمدوا إلا الله فإنى ما أعطيكم من مالى ولكن من فضل الله على فيكم وهذه أرباح بضائعكم فانه هو والله ما يجريه الله لكم على يدى فما فى رزق الله حق لغيره (ايضاً، ص۵۷)

[3] شريكا يقول كان أبو حنيفة طويل الصمت كثير الفكر دقيق النظر فى الفقه لطيف الاستخراج فى العلم والعمل والبحث وكان يصبر على من يعلمه وإن كان فقيرا أغناه وأجرى عليه وعلى عياله حتى يتعلم فإذا تعلم قال له قد وصلت إلى الغنى الأكبر بمعرفة الحلال والحرام (ايضاً، ص ۵۹)

[4] فضيل بن عياض يقول كان أبو حنيفة معروفا بكثرة الأفضال وقلة الكلام وإكرام العلم وأهله (ايضاً، ص ۶۱)

www.idaraghufran.org

کی حاجت پوری کرتے، اور اگر کبھی بیمار ہو جاتا، تو اس کی عیادت کرتے، اور تاکید کرتے کہ وہ تعلقات باقی رکھے۔ [1]

ایک مرتبہ عباسی خلیفہ، ابو جعفر منصور نے آپ کو تیس ہزار درہم پیش کیے، آپ نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں یہاں بغداد میں مسافر اور اجنبی ہوں، اور میرے پاس یہاں ان کو محفوظ رکھنے کی جگہ بھی نہیں، آپ اس کو بیت میرے نام سے بیت المال میں رکھوا دیں، چنانچہ خلیفہ منصور وہ رقم بیت المال میں رکھوا دی، آپ دنیا سے چلے گئے، اور وہ رقم پڑی رہی، جس کو بعد میں لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ [2]

عبدالرحمٰن مسعودی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ امانت دار کسی کو نہیں دیکھا، انتقال کے وقت ان کے پاس پچاس ہزار درہم کی اشیاء امانت تھیں، جن میں سے ایک درہم بھی ضائع نہیں ہوا تھا۔ [3]

اور ہشام ثقفی کا بیان ہے کہ ہمیں ابوحنیفہ سے متعلق یہ بات پتہ چلی کہ آپ لوگوں میں بہت امانت دار تھے، ایک دفعہ حاکمِ وقت نے آپ کو اپنے خزانے (یعنی مال و دولت) کی چابیاں دینی چاہیں، اور یہ پیشکش کی کہ یا تو یہ چابیاں قبول کر لیں نہیں تو پھر آپ کو کوڑے مارے جائیں گے، آپ نے امانت میں خیانت کی ڈر سے، اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے، اس تکلیف کو قبول کیا، اور خزانے کی پیشکش سے انکار فرما دیا۔ [4]

عہدۂ قضا سے انکار

امیرِ کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری نے امام صاحب کے لیے عہدۂ قضاء تجویز کیا اور کہا کہ آپ کوفہ کے قاضی بن جائیں، لیکن آپ نے حکام کی بے جا رعایت، اور ظلم و جبر کا ساتھ نہ دینے کا عزم کرتے ہوئے، امیرِ کوفہ کی اس تجویز کو قبول نہیں کیا، اور انکار کر دیا، اس پر ہبیرہ نے آپ کو 110 کوڑوں کی سزا دی، ہر روز

---

[1] حفص بن حمزة القرشي يقول كان أبو حنيفة ربما مر به الرجل فيجلس إليه لغير قصد ولا مجالسة فإذا قام سأل عنه فإن كانت به فاقة وصله وإن مرض عاده حتى يجره إلى مواصلته وكان أكرم الناس مجالسة (تاريخ بغداد، للخطيب البغدادى، ج٦، ص ١٠٩)

[2] عن يوسف السمتى أن أبا جعفر المنصور أجاز أبا حنيفة بثلاثين ألف درهم فى دفعات فقال: يا أمير المؤمنين إنى ببغداد غريب وليس لها عندى موضع فاجعلها فى بيت المال فأجابه المنصور إلى ذلک قال: فلما مات أبو حنيفة أخرجت ودائع الناس من بيته (تاريخ بغداد، للخطيب البغدادى، ج٦، ص ١١١)

[3] محمد بن أبى عبد الرحمن المسعودى عن أبيه قال: ما رأيت أحسن أمانة من أبى حنيفة مات يوم مات وعنده ودائع بخمسين ألفا ما ضاع منها ولا درهم واحد (تاريخ بغداد، للخطيب البغدادى، ج٦، ص ١١٠)

[4] حكم بن هشام الثقفى أخبرنى عن أبى حنيفة قال كان من أعظم الناس أمانة وأراده سلطاننا على أن يتولى مفاتيح خزائنه أو يضرب ظهره فاختار عذابه على عذاب الله (اخبار ابى حنيفة و اصحابه، ص ٥١)

دس کوڑے مارے جاتے، مگر آپ برابر انکار کرتے اور صبر کرتے رہے، تو اس نے مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔ ۱؎
اور آپ کے اصحاب سے روایت کہ جب ہبیرہ نے آپ کو کوڑوں کی مذکورہ سزا دی، تو آپ کہا کرتے تھے کہ مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی، جتنی کہ اس حادثہ پر والدہ کے رنج وغم سے ہوئی، اور اس معاملہ میں آپ والدہ کے بہت خیال رکھنے والے تھے۔

اس پر والدہ نے کہا کہ اے نعمان! جس علم کی وجہ سے تمہیں آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے، اس سے ترکِ تعلق یعنی اس کو چھوڑ کیوں نہیں کر دیتے؟ اس پر میں نے کہا کہ اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا، تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا، لیکن میں نے تو یہ علم اس لیے حاصل کیا کہ اس سے اللہ کی رضا حاصل کر سکوں، اور اپنی نجات کا سامان کر سکوں۔ ۲؎

اور ابن مبارکؒ کے پاس جب آپ کا ذکر ہوتا، تو کہتے تھے کہ:

ابوحنیفہ! تو وہ شخصیت کہ جس کو دنیا پیش کی گئی اور مال بھی پیش کیا گیا، مگر اس نے ان کو ٹھکرا دیا، اور کوڑوں سے بھی پیٹا گیا، پھر اس پر بھی صبر کیا۔ ۳؎

اور حسن بن ربیع کا بیان ہے کہ آپ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ سے زیادہ کون صبر کرنے والا ہو سکتا ہے کہ جس کو دنیا کی دولت پیش کی گئی، مگر انہوں نے اس کو لینے سے صاف انکار کر دیا۔ ۴؎

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ، علم، زہد، تقویٰ اور طلبِ آخرت میں بلند مقام پر فائز

۱؎ وكلمه ابن هبيرة على أن يلى القضاء ، فأبى، فضربه مائة سوط وعشرة أسواط، كل يوم عشرة أسواط، فصبر وامتنع، فلما رأى ذلک خلى سبيله (مكانة الامام ابى حنيفة فى الحديث، لمحمد عبد الرشيد النعمانى الباكستانى المتوفى1420هجرى، ص ٦٤)

۲؎ محمد بن شجاع الثلجى: حدثنى حبان رجل من أصحاب أبى حنيفة، قال: قال أبو حنيفة حين ضرب ليلى القضاء: ما أصابنى فى ضربى شىء أشد على من غم والدتى، وكان بها برا (مكانة الامام ابى حنيفة فى الحديث، لمحمد عبد الرشيد النعمانى الباكستانى المتوفى1420هجرى، ص ٦٤)

فقالت لى يا نعمان إن علما أكسبک مثل هذا لقد يحق لک أن تفر منه فقلت لها يا أماه لو أردت به الدنيا لوصلت إليها ولكن أردت ان يعلم الله أنى قد صنت العلم ولم أعرض نفسى فيه للهلكة (اخبار ابى حنيفة واصحابه، ص ٦٣)

۳؎ وذكر أبو حنيفة عند ابن المبارک، فقال: ماذا يقال فى رجل عرضت عليه الدنيا والأموال، فنبذها، وضرب بالسياط فصبر عليها (مكانة الامام ابى حنيفة فى الحديث، لمحمد عبد الرشيد النعمانى الباكستانى المتوفى1420هجرى، ص ٦٤)

۴؎ أحمد بن عطية قال قال الحسن ابن الربيع يوما لرجل ونحن عنده من يقدر يقول ان احدا أصبر على ما صبر عليه أبو حنيفة من إنسان يقال له خذ الدنيا فيقول لا آخذها (اخبار ابى حنيفة واصحابه، ص ٦٣)

www.idaraghufran.org

ہیں، جہاں کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔

خلیفۂ وقت ابوجعفر منصور کی طرف سے جب آپ کو عہدۂ قضا قبول کرنے کی پیشکش کی گئی، مگر آپ نے اس عہدہ کو قبول نہ کیا، جس کے بدلہ میں آپ کو کوڑے مارے گئے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے جسم پر کوڑے لگنے کے بعد آپ کے اس واقعہ کو یاد کرتے، تو بے اختیار رو پڑتے، اور آپ کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعاء کرتے۔ [1]

معلوم ہوا کہ زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری اور مصائب پر صبر کرنے میں آپ کی نظیر نہیں ملتی کہ جس پر آپ کے زمانہ کے لوگ، علماء وفقہاء اور آپ کے اصحاب بھی قائل تھے۔

اور آپ کے اعمال وافعال اور اوقات میں من جانب اللہ ایک خصوصی برکت رکھ دی گئی تھی، جس کی وجہ سے عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ کے باب میں آپ سے غیر معمولی واقعات کا صدور ہونا، منقول ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے اس باب میں علامہ ذہبی کا قول نقل کر چکے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

"ان کی پرہیزگاری اور عبادت کے واقعات تواتر کی حد تک پہنچ گئے ہیں" [2]

(ماخوذ از ملخصاً: "اخبار ابی حنیفة و اصحابه لابی عبدالله الصیمری، تاریخِ بغداد، مناقب الامام ابی حنیفة و صاحبیه، مکانة الامام ابی حنیفة فی الحدیث، سیرتِ ائمہ اربعہ")

---

[1] إسماعيل بن سالم البغدادی يقول ضرب أبو حنيفة على الدخول فی القضاء فلم يقبل القضاء . قال :وكان أحمد بن حنبل إذا ذكر ذلك بكى وترحم على أبی حنيفة وذلك بعد أن ضرب أحمد (تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج٦ ص ٩٥)

[2] عبادة أبی حنيفة قد تواتر قيامه الليل وتهجده وتعبده رحمه الله تعالى (مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه للذهبی، ص ٢٠)

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط8) مفتی محمد ناصر

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ فتنوں سے حفاظت

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیمُ الشان صحابی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخصوص صفات میں سے ایک صفت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعہ فتنوں کو روک رکھا تھا۔

احادیث میں عمر رضی اللہ عنہ کو اُس بند دروازے سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کی دوسری طرف فتنے ہوں گے، اور اس تشبیہ وپیشین گوئی کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ بالخصوص حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الفِتْنَةِ، قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَهُ: قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرِيءٌ، قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ، وَالأَمْرُ وَالنَّهْيُ، قَالَ: لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ، وَلَكِنِ الفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ البَحْرُ، قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَاأَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا، قَالَ: أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ، قَالَ: إِذًا لاَ يُغْلَقَ أَبَدًا، قُلْنَا: أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ البَابَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ الغَدِ اللَّيْلَةَ، إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: البَابُ عُمَرُ (بخاری، رقم الحدیث ۵۲۵، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۴۱۲)

ترجمہ: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ فرمانے لگے کہ فتنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ میں نے عرض کیا، مجھے اسی طرح یاد ہے، جیسے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ

Idara Ghufran

ہی یہ جرأت (وہمت) کرنے کے اہل ہو، میں نے کہا کہ آدمی کا وہ فتنہ جو اس کی بیوی اور اس کے مال اور اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں ہوتا ہے، اس کو نماز اور روزہ، اور صدقہ اور امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر مٹا دیتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ نہیں پوچھنا چاہتا، بلکہ وہ فتنہ جو دریا کی طرح جوش مارے گا، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس فتنہ سے آپ کو کچھ خوف نہیں، کیوں کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ بند دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ بند دروازہ توڑا جائے گا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تو وہ کبھی بند نہ ہوگا (شقیق راوی کہتے ہیں کہ) ہم لوگوں نے (حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا) کیا عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کو جانتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! (اس طرح جانتے تھے) جیسے (تم) کل آنے والی رات کو جانتے ہو، میں نے ان سے وہ حدیث بیان کی، جو غلط نہ تھی، دروازہ کے متعلق ہمیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنے میں (ادب کی وجہ سے) ہمت نہ ہوئی، تو ہم نے مسروق (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے کہا، کہ وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دروازے کے بارے میں پوچھیں (کہ وہ کون سا دروازہ ہے؟) تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دروازہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں (بخاری، مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ، قَالَ عُمَرُ: أَكَسْرًا لَا أَبَا لَكَ؟ فَلَوْ أَنَّهُ فُتِحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ، قُلْتُ: لَا بَلْ يُكْسَرُ، وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ ذَلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ قَالَ أَبُو خَالِدٍ: فَقُلْتُ لِسَعْدٍ: يَا أَبَا مَالِكٍ، مَا أَسْوَدُ مُرْبَادٌّ؟ قَالَ: شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي سَوَادٍ، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا الْكُوزُ مُجَخِّيًا؟ قَالَ: مَنْكُوسًا (مسلم، رقم الحديث ۲۳۱ ”۱۴۴“، ابن ماجه، رقم الحديث ۳۹۵۵)

ترجمہ: (اے امیرُ المؤمنین عمر بن خطاب!) آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، اور قریب ہے کہ وہ ٹوٹ جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ توڑ دیا

www.idaraghufran.org

جائے گا، اگر وہ کھلتا تو شاید بند ہو جاتا، میں نے عرض کیا کہ وہ کھلے گا نہیں بلکہ ٹوٹ جائے (مسلم، ابن ماجہ)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ لَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَغَمَزَهَا، وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا شَدِيدًا، فَقَالَ: أَرْسِلْ يَدِي يَا قُفْلَ الْفِتْنَةِ، فَقَالَ عُمَرُ: وَمَا قُفْلُ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ: جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، وَقَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ، فَجَلَسْتُ فِي آخِرِهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُصِيبُكُمْ فِتْنَةٌ مَا دَامَ هَذَا فِيكُمْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۹۴۵)[1]

ترجمہ: اُن کی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر دبایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مضبوط آدمی تھے، حضرت ابوذر نے کہا کہ اے فتنوں کے تالے! میرا ہاتھ چھوڑ دیجئے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنوں کے تالے کا کیا مطلب؟ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور وہ تشریف فرما تھے، اور آپ کے پاس لوگوں کا مجمع تھا، میں مجمع کے آخر میں بیٹھ گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک یہ آدمی (یعنی عمر رضی اللہ عنہ) تمہارے درمیان ہے، اُس وقت تک تمہیں کوئی فتنہ نہیں پہنچے گا (طبرانی)

مذکورہ احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خاص شان معلوم ہوئی کہ آپ کے وجود مبارک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو فتنوں سے محفوظ فرما رکھا تھا، گویا آپ کی شان ایک دروازے کی سی تھی، جس کی دوسری طرف فتنے تھے، اور احادیث میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ یہ دروازہ توڑا جائے گا، کھولا نہیں جائے گا، یہ اس طرف بھی اشارہ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو شہادت کا عظیم رتبہ حاصل ہوگا، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بالآخر فجر کی نماز میں شہید کیا گیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

---

[1] قال الطبراني: لم يرو هذا الحديث عن السرى بن يحيى إلا أبو معاوية.

وقال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح غير السرى بن يحيى، وهو ثقة ثبت، ولكن الحسن البصري لم يسمع من أبي ذر فيما أظن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۴۴۵۲، باب أمان الناس من الفتن في حياته)

www.idaraghufran.org

پہلی حدیث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ مجھے فتنوں سے متعلق حدیث اسی طرح یاد ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ کہہ کر تحسین فرمائی، کہ فتنوں سے متعلق رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے کی جرأت (وہمت) کرنے کے اہل آپ ہی ہو، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت سے پہلے واقع ہونے والے فتنوں کے بارے میں سوال کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَائَنَا اللَّهُ بِهَذَا الخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ المُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلاَ إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتَّى يُدْرِكَكَ المَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ (بخاری، رقم الحديث ۷۰۸۴، مسلم، رقم الحديث "۵۱"۱۸۴۷)

ترجمہ: لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں وہ شر مجھے نہ پالے، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور برائی میں تھے، اللہ نے ہمارے پاس یہ خیر بھیجی تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں، میں نے پوچھا تو کیا اس شر کے بعد بھی خیر ہوگی، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں اور اس میں کچھ دھواں ہوگا، میں نے پوچھا کہ اس کا دھواں کیا ہوگا؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

www.idaraghufran.org

کہ ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے، ان کی بعض باتیں تو تمہیں اچھی نظر آئیں گی اور بعض باتیں بُری نظر آئیں گی، میں نے پوچھا کہ کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا، وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ان لوگوں کی کچھ حالت ہم سے بیان فرمائیں، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دیکھنے میں ہم جیسے ہوں گے، اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے، میں نے عرض کیا کہ اگر میں وہ زمانہ پالوں، تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا، میں نے کہا کہ اگر ان کی جماعت اور امام نہ ہو؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تمام جماعتوں سے علیحدہ ہوجانا اگرچہ آپ کو درخت کی جڑ چبانی پڑے یہاں تک کہ اس حال میں ہی آپ کی موت آجائے (بخاری، مسلم)

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو قیامت سے پہلے آنے والے اور بھی بہت سے فتنوں سے آگاہ فرمادیا تھا، جن کا ذکر بہت سی دیگر احادیث میں موجود ہے (مسلم، رقم الحدیث ''۲۲'' ۲۸۹۱، ورقم الحدیث ''۲۳'' ۲۸۹۱، ورقم الحدیث ''۲۴'' ۲۸۹۱، باب إخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یکون إلی قیام الساعۃ)

مذکورہ حدیث میں فتنوں کے دور سے متعلق ایک خاص بات یہ بیان ہوئی ہے کہ اُس دور میں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بُلانے والے ہوں گے، جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا، وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے، یہ لوگ نظر آنے میں اور بات کرنے میں اعلیٰ درجے کے مسلمانوں جیسے ہوں گے، مگر جہنم کے دروازوں کی طرف بُلانے والے ہوں گے، لہٰذا قیامت سے پہلے کے فتنوں میں بظاہر مسلمان نظر آنے والے لوگوں سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا، دوسری خاص بات یہ بیان ہوئی ہے کہ فتنوں کے دَور میں جب مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو، تو بظاہر مسلمانوں کی نظر آنے والی تمام جماعتوں سے علیٰحدہ ہوجانا، اگرچہ ان سے علیٰحدہ ہونے کے بعد کیسے ہی سخت حالات اور فاقہ وتنگدستی کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ.

ترجمہ: ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ظاہری اور باطنی فتنوں سے (مسلم، رقم الحدیث ''۶۷'' ۲۸۶۷)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو!

مولانا محمد ریحان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وخصائل

پیارے بچو! کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ آپ نے جواب دیا، کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ قرآن ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خاکسار اور ملنسار تھے۔ جودوسخاوت اور فیاضی گویا کہ آپ کے خمیر میں سموئی ہوئی تھی۔ مزاج میں سادگی تھی۔ جو موٹا جھوٹا ملتا پہن لیتے۔ جو کھانے کو ملتا کھا لیتے۔ اپنے گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ جوتوں کو خود گانٹھ لیتے۔ کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے۔ نوکروں اور خادموں کے ساتھ نہایت نرمی والا برتاؤ رکھتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، کبھی آپ نے نہ ڈانٹا، نہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

بہت عجیب لگتا ہے کہ ایک بڑی فوج کا جرنیل، جو کسی سے نہ ڈرتا ہو اور میدان جنگ میں وہاں تک پہنچ جائے جہاں تک پہنچنا ایک بڑے سے بڑا بہادر اپنی بہادری کا آخری کارنامہ سمجھتا ہے، اور کسی پر ہاتھ تک نہ اٹھائے۔

طائف کے آوارہ لڑکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بوچھاڑ کی۔ حالت یہ تھی کہ آپ کے جوتے خون سے لبالب تھے۔ مگر اس صورت میں بھی ان کے لیے ہدایت کی دعا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ فرمایا کہ وہ شخص مسلمان نہیں، وہ شخص مسلمان نہیں، صحابہ عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے نبی! کون مسلمان نہیں؟ فرمایا کہ وہ شخص مسلمان نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔

اسلام سے پہلے معاشرے میں عورت کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر عورت کی اہمیت اور حقوق بیان کیے۔ اسلام سے پہلے عورت میراث سے محروم رہتی۔ ظلم کا یہ حال تھا کہ دنیا میں آنکھ کھولتے ہی عورت کی آنکھ بند کر دی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میراث میں عورت کا مستقل حصہ رکھا اور لڑکی کی پرورش کرنے والے کو مختلف فضائل سے نوازا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عبادت گزار تھے۔ دن کو دوسروں کی اصلاح میں تو رات کو اللہ کے حضور

عبادت میں مشغول رہتے۔رات کو اس قدر نماز میں قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ایک دن قبر کے کنارے بیٹھے اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی۔پھر فرمایا کہ اس دن کے لیے سامان کر رکھو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بے پناہ محبت کرتے۔اکثر اپنے نواسوں کو گود میں لیتے اور خوب پیار کرتے۔محبت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات نماز میں سجدے کے دوران آپ کے نواسے آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے۔ایک مرتبہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ ہی بچوں سے اتنی محبت کرتے ہیں میرے دس بچے ہونے کے باوجود میں ان سے اتنی محبت نہیں کرتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہارے دل میں محبت نہیں ڈالی تو میرا کیا قصور ہے؟

اسلام سے پہلے عرب میں جہالت کا دور دورہ تھا۔کہیں انصاف کا نام ونشان نہ تھا۔مظلوم کی بے کسی سے نکلی آہ سننے والا کوئی نہ ہوتا۔مظلوم اگر آواز اٹھاتا تو الٹا اسے ہی سزا ملتی۔ظالم اپنے ظلم وجور میں حد سے بڑھتا جاتا اور کوئی خبر گیر نہ ہوتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر عدل وانصاف قائم کیا اور ذات پات،رنگ ونسل کی بو ختم کی۔

اللہ کے نزدیک مقبول ومردود ہونا کسی کا اونچے قبیلے یا نسل سے تعلق ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ تقوی اور اللہ کی عبادت کی بنیاد پر رکھا۔ایک مرتبہ قبیلہ بنومخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔چوری کی سزا چور کے ہاتھ کاٹنا ہے۔قبیلے والوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو آپ کے بہت چہیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کے لیے بھیجا کہ ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی قومیں اس لیے تباہ وبرباد ہوگئیں کہ ظالم اگر ظلم کرتا،گناہگار اگر گناہ کرتا تو اسے سزا نہ ملتی۔خدا کی قسم!اگر اس عورت کی جگہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتیں تو ان کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔

غرضیکہ معاشرت کے کونے کونے کو واضح کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وخصائل ہی کی برکت تھی کہ اسلام کا آوازہ عرب کے صحراؤں سے بلند ہوکر پوری دنیا میں گونجا۔ہمیں چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وخصائل کو اپناتے ہوئے سب ایک ہوکر ایک اچھا مسلمان معاشرہ بنائیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے تا بخاک کاشغر

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین مفتی طلحہ مدثر

ازواج مطہرات کے نکاح (قسط11)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

معزز خواتین! حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نام برہ تھا، نبی علیہ السلام نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھ دیا والد کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے:

میمونة بنت الحارث بن حزن بن بجير بن الهرم بن روبية بن عبد الله بن هلال بن عامر بن صعصعة.

والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا، نبی علیہ السلام سے نکاح کرنے سے پہلے یہ ابورہم بن عبدالعزی کے نکاح میں تھیں، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی علیہ السلام کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی سالی تھیں ان کی بڑی بہن ام الفیل لبابۃ الکبری حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، آپکی ایک بہن لبابۃ الصغری ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان سے عمرۃ القضا کے سفر میں نکاح فرمایا تھا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۂ قضاء میں نکاح کیا (بخاری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرہ ذمہ میں قضاء تھا، اس کو ادا کرنے کے لئے سفر کے دوران حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ فِيْ سَفَرِهٖ وَهُوَ حَرَامٌ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٩٣) [2]

---

[1] رقم الحديث ٤٢٥٩، كتاب المغازى، باب عمرة القضاء.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا سے سفر میں احرام کی حالت میں نکاح فرمایا (مسند احمد)

جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نبی علیہ السلام کا پیغام پہنچا تو انہوں نے فیصلے کا اختیار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح نبی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَطَبَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ، فَجَعَلَتْ أَمْرَهَا إِلَى الْعَبَّاسِ، فَزَوَّجَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٤١) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت میمونہ نے اپنے (نکاح کے) معاملے کا اختیار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دیا، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا (مسند احمد)

بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے نکاح کا پیغام اپنے آزاد کردہ غلام ابورافع کے ذریعہ سے بھیجا تھا اور وہ ہی اس نکاح میں رابطہ کار تھے

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ حَلَالًا وَبَنٰى بِهَا، حَلَالًا، وَكُنْتُ الرَّسُوْلَ بَيْنَهُمَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث٢٧١٩٧) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حلال (یعنی احرام سے باہر) ہونے کی حالت میں نکاح کیا، اور ان کے ساتھ حلال (یعنی احرام سے باہر) ہونے کی حالت میں زفاف (یعنی نکاح کے بعد تنہائی) اختیار کی، اور میں ان دونوں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ) کے درمیان (نکاح کی پیغام رسانی کے لئے) قاصد (ونمائندہ) مقرر تھا (مسند احمد)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کا نکاح مکہ میں ہوا تھا وہاں تین دن کے قیام کے بعد قریش

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مکہ نے نبی علیہ السلام کو معاہدے کے تحت مکہ سے نکلنے کا کہا نبی علیہ السلام نے ان سے کچھ دیر مہلت کی درخواست کی لیکن انہوں نے منظور نہیں کی جس کی وجہ سے مدینہ واپسی پر سرف کے مقام پر نبی علیہ السلام کی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے پہلی ملاقات ہوئی چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَلَاثًا، فَأَتَاهُ حُوَيْطِبُ بْنُ عَبْدِ الْعُزّٰى فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَقَالُوْا لَهُ: إِنَّهُ قَدِ انْقَضٰى أَجَلُكَ فَاخْرُجْ عَنَّا قَالَ: وَمَا عَلَيْكُمْ لَوْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَأَعْرَسْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ فَصَنَعْتُ لَكُمْ طَعَامًا فَحَضَرْتُمُوْهُ؟ قَالُوْا: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْ طَعَامِكَ فَاخْرُجْ عَنَّا، فَخَرَجَ بِمَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَتّٰى أَعْرَسَ بِهَا بِسَرِفٍ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اور مکہ میں تین دن قیام کیا، پھر آپ کے پاس حویطب بن عبدالعزیٰ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ تیسرے دن آئے، اورانہوں نے کہا کہ آپ کی مدت ختم ہوچکی ہے (جو آپ کے اور ہمارے درمیان تین دن یہاں ٹھہرنے کی شکل میں طے ہوئی تھی لہٰذا) آپ ہمارے یہاں سے نکل جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر اس معاملے میں کیا حرج ہے کہ اگر تم مجھے اپنے درمیان (میمونہ کے) نکاح کے ولیمہ کے لئے چھوڑ دو، میں تمہارے لئے کھانا تیار کروں گا، جس میں تم بھی شریک ہوجاؤ؟، تو آنے والے قریشِ مکہ کے لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے، بس آپ ہمارے علاقے

[1] رقم الحديث ٦٧٩٦، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، باب ذكر أم المؤمنين ميمونة بنت الحارث رضى الله عنها.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ومما يتعجب من قضاء الله وقدره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بنى بميمونة بنت الحارث بسرف وردها إلى المدينة عند منصرفه من عمرة القضاء، وبقيت عنده إلى أن خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لفتح مكة، وقد أخرجها معه إلى أن فتح الطائف، وانصرف راجعا إلى المدينة فماتت ميمونة بسرف فى الموضع الذى بنى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم عند تزويجها "

و قال الذهبى فى التلخيص: على شرط مسلم.

www.idaraghufran.org

سے نکل جائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ وہاں (یعنی مکہ مکرمہ) سے تشریف لے گئے، اور (مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے) مقامِ سرف میں پہنچ کر زفاف (یعنی حضرت میمونہ کے ساتھ پہلی مرتبہ تخلیہ اور ملاقات) اختیار کی (حاکم)

نبی علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جس سرف کے مقام پر پہلی ملاقات فرمائی تھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی اسی مقام پر ہوا۔

چونکہ یہ نکاح سفر میں ہوا تھا جو عمرۃُ القضاء کے لئے کیا گیا تھا، یعنی جب پہلے سال مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روک دیا تھا، تو معاہدہ کے تحت آئندہ سال اس قضاء شدہ عمرہ کو ادا کرنے کے لئے یہ سفر کیا گیا تھا، اس لیے معاہدے کے مقررہ وقت کے بعد قریش نے نبی علیہ السلام کو وہاں ٹھہرنے کی مزید اجازت نہیں دی۔

ملاحظہ فرمائیے! کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح بھی کتنی سادگی کے ساتھ سفر کی حالت میں ہی ہو گیا، جبکہ سفر بھی عمرہ کی ادائیگی کے لئے تھا، یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام بھی شروع فرما دیا تھا، اور اگر احرام سے نکل گئے تھے، تب بھی عمرہ کے بعد مگر سفر کی حالت ہی میں تھا، اور مکہ مکرمہ میں ہی ولیمہ بھی کرنا چاہا، لیکن جب مکہ کے مشرکین کی طرف سے وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ملی، تو واپسی پر مقامِ ''سرف'' میں پہنچ کر آپ نے اپنی زوجہ حضرت میمونہ سے زفاف اور تخلیہ فرمایا، مگر معتبر احادیث میں اس نکاح کے ولیمہ کا ذکر نہیں ملا، اگر ولیمہ نہ کیا جائے، بطور خاص جبکہ اس کی گنجائش نہ ہو، یا حالات نہ ہوں، تو بھی حرج کی بات نہیں۔

بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح اور زفاف کے لئے مدینہ منورہ پہنچنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

کتنی سادگی تھی، کوئی تکلف نہیں، کوئی اسراف اور فضول خرچی نہیں، دور دراز سے رشتہ داروں اور دوستوں کو نکاح وغیرہ کے لئے جمع کرنے کا اہتمام نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور رخصتی کے لئے شریعت کی طرف سے تکلفات کی تعلیم نہیں، بلکہ سادگی اور آسانی کی تعلیم ہے۔ (جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

ہلکی نماز پڑھانے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ، فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ(صحيح البخارى، رقم الحديث ٧٠٣)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے، تو اسے چاہیے کہ خفیف (اور ہلکی) نماز پڑھائے، کیونکہ ان میں ضعیف، کمزور اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اور جب تم میں سے کوئی اپنی (الگ) نماز پڑھے، تو جتنی چاہے لمبی پڑھے (بخاری)

اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری بات فرمائی، وہ یہ تھی کہ جب کسی قوم کی امامت کریں، تو ان کو ہلکی نماز پڑھائیں (ابنِ ماجہ، حدیث نمبر 988)

مذکورہ احادیث میں، امامت کا ایک زریں اصول بیان فرمایا کہ نماز پڑھاتے وقت، نماز کو ہلکا اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کا خیال رکھتے ہوئے، مختصر پڑھانا ہی سہی سنتِ نبوی ہے کہ جس میں امت پر شفقت کا ایک پہلو بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ بہت سی احادیث میں والدین کے نماز میں مشغولیت کی وجہ سے، بچوں کے رونے کے ڈر سے نبی ﷺ کا ہلکی نماز پڑھانے کا ذکر آیا ہے۔

www.idaraghufran.org

نماز جیسی اہم چیز میں بھی دوسروں پر مشقت و تنگی کرنے کی ممانعت

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہو سکتا ہے کہ میں نماز (جماعت کے ساتھ) نہ پا سکوں، کیونکہ فلاں شخص ہمیں (بہت) طویل نماز پڑھاتا ہے(ابو مسعود راوی کہتے ہیں کہ) میں نے نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ شدید غصہ میں نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسی سختیاں کر کے لوگوں کو دین سے نفرت دلاتے ہو، پس جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہئے کہ وہ خفیف (یعنی ہلکی) نماز پڑھائے، کیونکہ لوگوں میں مریض، ضعیف اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں (صحیح بخاری، حدیث نمبر۹۰)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: میں نے کسی کے ساتھ بھی کوئی نماز سب سے زیادہ مختصر اور مکمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں نہیں پڑھی (صحیح ابنِ حبان، حدیث نمبر۱۷۵۹)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ مریض، ضعیف اور ضرورت مندوں کا خیال رکھتے ہوئے، ہلکی نماز پڑھایا کرتے تھے، اور ضرورت مند افراد میں، مسافر، طالب علم، کھیتی باڑی اور کام کاج کرنے والے افراد بھی شامل ہیں، اور ایک دوسری حدیث میں لمبی نماز پڑھانے پر نبی ﷺ نے غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے "أَفَتَّانٌ أَنتَ" (یعنی کیا تم فتنے میں ڈالنے والا ہو) کے الفاظ بھی ادا فرمائے (بخاری، 6106)

Idara Ghufran

نرمی اور شفقت سے محروم افراد سے، اللہ بھی قطع تعلق کر لیتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللَّهُ (سنن الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا، رحم بھی رحمٰن کی شاخ ہے، جس نے اس کو جوڑا اللہ بھی اس سے رشتہ جوڑ لیں گے، اور جو اسے قطع کرے گا اللہ بھی اس سے قطع تعلق کر لیں گے (ترمذی، حدیث نمبر 1924)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ (سنن أبی داود)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نرمی سے محروم کیا گیا، تو وہ پوری بھلائی سے محروم کر دیا گیا (ابوداؤد، حدیث نمبر 4809)

معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ نرمی اور شفقت کو اختیار کیا جائے، اور بھلائی سے محروم شخص خود بھی بھلائی سے محروم رہتا ہے۔

Idara Ghufran

شدید بخل اور مال کی حرص مہلِک چیزوں میں سے ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ، فَإِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِالشُّحِّ، أَمَرَھُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوْا، وَأَمَرَھُمْ بِالْقَطِیْعَةِ فَقَطَعُوْا، وَأَمَرَھُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوْا (سنن ابی داؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم اپنے آپ کو شدید بخل (اور مال کی حرص) سے بچاؤ، پس تم سے پہلے لوگ شدید بخل (اور مال کی حرص) کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں، شدید بخل (اور مال کی حرص) نے انہیں بخل کرنے کا حکم دیا، تو انہوں نے بخل کیا، اور انہیں قطع تعلقی کا حکم دیا، تو انہوں نے قطع تعلقی کی، اور انہیں فسق وفجور (بے حیائی وزنا) کا حکم دیا، تو انہوں نے فسق وفجور کیا (ابوداؤد، حدیث نمبر 1698)

اس سے معلوم ہوا کہ شدید بخل اور مال کی محبت اور مال کی حرص، ہلاکت اور دنیا میں فساد اور آخرت میں سخت عذاب کا ذریعہ ہے، اور شدید بخل اور مال کی بے جا محبت کی وجہ سے قطع تعلقی اور لوگوں سے جھگڑے اور مختلف منکرات جیسی بُری خصلتیں پیدا ہوتی ہیں۔

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

ایک نماز کی قضاء پر ایک ’’حقب‘‘ عذاب کی تحقیق (قسط3)

سورہ مریم میں مذکور’’یلقون غیا‘‘کی تفسیر

جہاں تک سورہ مریم میں مذکور’’اضاعوا الصلاۃ‘‘کی تفسیر میں نماز قضا ہونے پر’’غَیّ‘‘کے عذاب اور ’’غَیّ‘‘کے جہنم کی ایک مخصوص وادی ہونے کی وعید کا تعلق ہے۔

تو اس کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُوۡا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوۡا الشَّهَوَاتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا .إِلَّا مَنۡ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡئًا (سورة مريم،رقم الآيات ۵۹، ۶۰)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے نالائق آئے،جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوتوں کی پیروی کی، پس وہ عنقریب ملاقات کریں گے’’غیّ‘‘سے۔مگر وہ شخص جس نے توبہ کر لی، اور ایمان لے آیا اور عملِ صالح کیا،تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے،اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ذرا بھی (سورہ مریم)

بعض مفسرین کے بقول اس آیت میں نماز ضائع کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں، جو فرض نمازوں کو سِرے سے ترک کردیتے ہیں، اور بعض کے نزدیک وہ لوگ مراد ہیں، جو نمازوں کو بلا عذر قضاء کردیتے ہیں، اور بعض کے نزدیک وہ لوگ مراد ہیں، جو نماز کے شرائط اور فرائض میں کوتاہی اختیار کرتے ہیں، کیونکہ اس طرح کی کوتاہی پر مشتمل نماز بھی عدم وترک اور اضاعت کے درجہ میں ہے۔ [1]

---

[1] (فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلاة)بتركها كاليهود والنصارى(واتبعوا الشهوات)من المعاصى (فسوف يلقون غيا)هو واد فى جهنم أى يقعون فيه(تفسير الجلالين، سورة مريم، رقم الآية ۵۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن متعدد مفسرین نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ اس آیت میں "أضاعوا الصلاۃ" سے فرض نماز کو بالکلیہ ترک کرنے والے لوگ مراد ہیں، اور اگر کوئی مومن نماز کو قضاء کردے، تو تلافی کرنے تک وہ بھی اضاعتِ صلاۃ کے عمل کا مرتکب ہے، مگر عمل کے ذریعہ تلافی اور استغفار کرنے کے بعد وہ اضاعتِ صلاۃ کے عمل کے مرتکبین میں سے خارج ہوجاتا ہے۔

جبکہ بعض مفسرین نے اس آیت میں مذکور لوگوں سے کفار ومشرکین کا مراد ہونا لیا ہے، جو عمل کے ساتھ ساتھ عقیدہ کے ساتھ بھی نماز کو ترک کرتے ہیں، اور شہوات کی پیروی کرتے ہیں، اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک کفار مخاطب بالفروع ہیں، جن کو فروع کے ترک پر مومنوں کے مقابلہ میں کفر کی وجہ سے شدید عذاب ہوگا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

ان حضرات نے اس کی دلیل اسی آیت کے اگلے جملے میں مذکور استثناء "إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ" کو قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قوله تعالى فخلف من بعدهم أى من بعد النبيين المذكورين خلف أى قوم سواء أراد بهم اليهود ومن لحق بهم وتابعهم وقيل هم فى هذه الأمة أضاعوا الصلاة أى تركوا الصلاة المفروضة .وقيل أخروها عن وقتها وهو أن لا يصلى الظهر حتى يأتى العصر ولا العصر حتى تأتى المغرب واتبعوا الشهوات أى آثروا شهوات أنفسهم على طاعة الله وقيل اتبعوا المعاصى وشربوا الخمور، وقيل هؤلاء قوم يظهرون فى آخر الزمان ينزو بعضهم على بضع فى الأسواق والأزقة(تفسير الخازن، ج٣ص ١٩٢ ، سورة مريم)

[1] قوله :أضاعوا الصلاة تركوها لكن تركها قد يكون بأن لا تفعل أصلا وقديكون بأن لا تفعل فى وقتها وإن كان الأظهر هو الأول وأما اتباع الشهوات فقال ابن عباس رضى الله عنهما هم اليهود تركوا الصلاة المفروضة وشربوا الخمر واستحلوا نكاح الأخت من الأب(التفسير الكبير،للرازى،ج ٢١،ص ٥٥٢،سورة مريم)

وله تعالى فخلف من بعدهم أى من بعد النبيين المذكورين خلف أى قوم سواء أراد بهم اليهود ومن لحق بهم وتابعهم وقيل هم فى هذه الأمة أضاعوا الصلاة أى تركوا الصلاة المفروضة .وقيل أخروها عن وقتها وهو أن لا يصلى الظهر حتى يأتى العصر ولا العصر حتى تأتى المغرب واتبعوا الشهوات أى آثروا شهوات أنفسهم على طاعة الله وقيل اتبعوا المعاصى وشربوا الخمور(تفسير الخازن،ج٣،ص ١٩٢ ،سورة مريم)

(فخلف من بعدهم) فجاء من بعد هؤلاء المفضلين (خلف) أولاد سوء وبفتح اللام العقب الخير عن ابن عباس هم اليهود (أضاعوا الصلاة) تركوا الصلاة المفروضة (تفسير النسفى،ج٢،ص ٣٤٣،تفسير سورة مريم)

قال أبو جعفر :وأولى التأويلين فى ذلك عندى بتأويل الآية، قول من قال :إضاعتهموها تركهم إياها لدلالة قول الله تعالى ذكره بعده على أن ذلك كذلك، وذلك قوله جل ثناؤه(إلا من تاب وآمن وعمل صالحا) فلو كان الذين وصفهم بأنهم ضيعوها مؤمنين لم يستثن منهم من آمن، وهم مؤمنون.ولكنهم كانوا كفارا لا يصلون لله، ولا يؤدون له فريضة فسقة قد آثروا شهوات أنفسهم على طاعة الله، وقد قيل :إن الذين وصفهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر مذکورہ آیت میں ''غَیّ'' سے کیا مراد ہے؟اس میں بھی مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

بعض مفسرین نے اس سے گمراہی وضلالت کو مراد لیا ہے،کیونکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر''غَـیّ'' کا لفظ''رشد''کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٥٦)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ يَّـرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِکَ بِأَنَّهُمْ کَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا (سورة الاعراف، رقم الآية ١٤٦)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾الله بهذه الصفة قوم من هذه الأمة يكونون فى آخر الزمان(جامع البيان فى تأويل القرآن،للطبرى،ج١٨،ص٢١٧،تفسير سورة مريم)

وإضاعتها على ما روى عن ابن مسعود والنخعي والقاسم بن مخيمرة ومجاهد وإبراهيم .وعمر بن عبد العزيزتأخيرها عن وقتها، وروى ذلک الإمامية عن أبى عبد الله رضى الله تعالى عنه، واختار الزجاج أن إضاعتها الاختلال بشروطها من الوقت وغيره، وقيل :إقامتها فى غير جماعة، وأخرج ابن أبى حاتم عن محمد ابن كعب القرظى أن إضاعتها تركها، وقيل :عدم اعتقاد وجوبها، وعلى هذا الآية فى الكفار وعلى ما قبله لأقطع، واستظهر أنها عليه فى قوم مسلمين بناء على أن الكفار غير مكلفين بالفروع إلا أن يقال :المراد أن من شأنهم ذلک فتدبر، وعلى ما قبلهما فى قوم مسلمين قولا واحدا.

والمشهور عن ابن عباس ومقاتل أنها فى اليهود، وعن السدى أنها فيهم وفى النصارى، واختير كونهافى الكفرة مطلقا لما سيأتى إن شاء الله تعالى قريبا وعليه بنى حسن موقع حكاية قول جبريل عليه السلام الآتى، وكونها فى قوم مسلمين من هذه الأمة مروى عن مجاهد وقتادة وعطاء وغيرهم قالوا :إنهم يأتون عند ذهاب الصالحين يتبادرون بالزنا ينزو بعضهم على بعض فى الأزقة كالأنعام لا يستحيون من الناس ولا يخافون من الله تعالى واتبعوا الشهوات وانهمكوا فى المعاصى المختلفة الأنواع، وفى البحر الشهوات عام فى كل مشتهى يشغل عن الصلاة وعن ذكر الله تعالى، وعد بعضهم من ذلک نكاح الأخت من الأب وهو على القول بأن الآية فيما يعم اليهود لأن من مذهبهم فيما قيل ذلک وليس بحق .والذى صح عنهم أنهم يجوزون نكاح بنت الأخ وبنت الأخت ونحو هما........(يلقون)بضم الياء وفتح اللام وشد القاف إلا من تاب وآمن وعمل صالحا استثناء منقطع عند الزجاج .وقال فى البحر :ظاهره الاتصال، وأيد بذكر الإيمان كون الآية فى الكفرة أو عامة لهم ولغيرهم لأن من آمن لا يقال إلا لمن كان كافرا إلا بحسب التغليظ، وحمل الإيمان على الكامل خلاف الظاهر، وكذا كون المراد إلا من جمع التوبة والإيمان، وقيل :المراد من الإيمان الصلاة كما فى قوله تعالى :وما كان الله ليضيع إيمانكم ،ويكون ذكره فى مقابلة إضاعة الصلاة وذكر العمل الصالح فى مقابلة اتباع الشهوات فأولئک المنعوتون بالتوبة والإيمان والعمل الصالح يدخلون الجنة بموجب الوعد المحتوم، ولا يخفى ما فى ترک التسويف مع ذكر أولئک من اللطف(تفسيرروح المعانى،ج٨،ص٤٢٧،سورة مريم)

www.idaraghufran.org

ضلالت وگمراہی کا راستہ جہنم میں پہنچانے والا ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان خصلتوں کے مرتکب ضلالت وگمراہی والے راستہ یا ضلالت وگمراہی کی جزا سے ملاقات کریں گے۔

اور بعض مفسرین نے ’’غَیّ ‘‘ کے معنی شر کے جبکہ بعض نے خسارہ کے بیان کیے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان خصلتوں کے مرتکب خسارہ اور شر کو پانے والے ہوں گے۔ [1]

حضرت ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، فِيْ قَوْلِهٖ : ’’ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا‘‘ قَالَ:وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ بَعِيْدُ الْقَعْرِ، خَبِيْثُ الْمَطْعَمِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۱۱۱، ج۹ ص۲۲۷) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے قول ’’فسوف یلقون غیا‘‘ کے بارے میں فرمایا کہ یہ جہنم میں ایک وادی ہے، جو انتہائی گہری ہے، جس کا کھانا بہت خبیث ہے (طبرانی)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس وادی کو ’’پیپ‘‘ کی وادی بتلایا گیا ہے۔ [2]

اسی طرح کی وعید پیچھے سورہ سبأ میں کفار کے متعلق بھی گزر چکی، جس میں ’’غساق‘‘ کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ’’غیّ‘‘ جہنم میں ایک نہر ہے، جس میں ان لوگوں کو

---

[1] ثم بين تعالى أن من هذه صفته يلقون غيا وذكروا فى الغي وجوها :أحدها :أن كل شر عند العرب غي وكل خير رشاد، قال الشاعر:فمن يلق خيرا يحمد الناس أمره ...ومن يغو لا يعدم على الغي لائما وثانيها :قال الزجاج :يلقون غيا أى يلقون جزاء الغي، كقوله تعالى :يلق أثاما أى مجازاة الآثام .وثالثها :غيا عن طريق الجنة .ورابعها :الغى واد فى جهنم يستعيذ منه أوديتها/ والوجهان الأولان أقرب فإن كان فى جهنم موضع يسمى بذلک جاز ولا يخرج من أن يكون المراد ما قدمنا لأنه المعقول فى اللغة(التفسير الكبير،للرازى، ج۲۱، ص۵۵۲،سورة مريم)

[1] قال المنذرى: رواه الحاكم مرفوعا كما تقدم من حديث عمرو بن الحارث قال واد فى جهنم يقذف فيه الذين يتبعون الشهوات.رواه الطبرانى والبيهقى من رواية أبى عبيدة عن أبيه عبد الله بن مسعود ولم يسمع منه ورواة بعض طرقه ثقات. وفى رواية للبيهقى قال نهر فى جهنم بعيد القعر خبيث الطعم. وإسناد هذه جيد لولا الانقطاع (الترغيب و الترهيب للمنذرى، ج۴، ص ۲۵۳، كتاب البعث وأهوال يوم القيامة)

[2] حدثنا الحسين بن إسحاق التسترى، ثنا يحيى الحمانى، ثنا شريک، عن أبى إسحاق، عن أبى عبيدة، عن عبد الله، (فسوف يلقون غيا) ، قال :واد فى جهنم من قيح (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۹۱۰۹)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى بأسانيد، ورجال بعضها ثقات، إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه(مجمع الزوائد، ج۷ص۵۵،تحت رقم الحديث ۱۱۱۵۷، باب قوله تعالى :فسوف يلقون غيا)

www.idaraghufran.org

ڈالا جائے گا، جنھوں نے اپنی شہوات کی پیروی کی۔ [1]

ہمارے نزدیک ان اقوال میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ ’’غَــیّ ‘‘ بمعنیٰ ضلالت کلی مشکک (ایسی کلی جو اپنے تمام افراد پر یکساں طور پر صادق نہ آئے) ہے، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مذکورہ دو بُری خصلتوں کے مرتکب ہوں گے، وہ گمراہی وضلالت میں مبتلا ہوں گے، اور خسارہ میں پڑیں گے، پھر بعض کفروانکار کی شدت کی وجہ سے جہنم کی مخصوص اور گہری وادی میں ڈالے جائیں گے، اور یہ درجہ بدرجہ گمراہی وضلالت کا نتیجہ ہوگا۔ [2]

خلاصہ یہ کہ ’’غَیّ ‘‘ کی وعید ان لوگوں کے لئے ہے، جو نماز کو ضائع کریں اور شہوات کی پیروی کریں، اور بعض کے نزدیک ان خصلتوں کے مرتکب سے مراد کفار ہیں۔

جبکہ بعض کے نزدیک نماز کو سرے سے نہ پڑھنے والے اور بعض کے نزدیک قضاء کرنے یا نماز کے ارکان و فرائض کو پورا نہ کرنے کے عادی مومن مراد ہیں، اور ’’غَیّ ‘‘ کے درجات مختلف ہیں، ہر ایک اپنے درجہ کی بدعملی کے اعتبار سے اس سزا کا مستحق ہوگا، اور کافر کو مومن سے زیادہ شدید عذاب ہوگا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک مرفوع حدیث میں سورہ مریم کی مذکورہ آیت اور سورہ فرقان کی آیت ’’وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ‘‘ کی تفسیر میں مروی ہے کہ:

یہ جہنم کی بہت گہری وادی ہے کہ اگر جہنم کے کنارہ سے دس حاملہ اونٹنیوں کے وزن کے برابر کوئی بھاری پتھر پھینکا جائے، تو ستر برس تک وہ اس وادی تک نہیں پہنچ پائے گا۔ [3]

---

[1] حدثنا أبو يزيد القراطيسی، ثنا أسد بن موسى، ثنا أبو الأحوص، عن أبی إسحاق، عن أبی عبيدة، عن أبيه، قال :الغی نهر فی جهنم يقذف فيه الذين اتبعوا الشهوات(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٩١٠٨)

قال الهيثمی:وفی رواية :الغی نهر فی جهنم، يقذف فيه الذين يتبعون الشهوات.

رواه الطبرانی بأسانيد، ورجال بعضها ثقات، إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه(مجمع الزوائد، ج٧ص٥٥،تحت رقم الحديث ١١١٥٨، باب قوله تعالى:فسوف يلقون غيا)

[2] قال أبو جعفر :وكل هذه الأقوال متقاربات المعانی، وذلک أن من ورد البئرين اللتين ذكرهما النبی صلى الله عليه وسلم، والوادی الذی ذكره ابن مسعود فی جهنم، فدخل ذلک، فقد لاقى خسرانا وشرا، حسبه به شرا(جامع البيان فی تأويل القرآن،للطبری، ج١٨،ص ٢١٩،تفسير سورة مريم)

[3] حدثنا أحمد بن محمد بن صدقة، ثنا العباس بن أبی طالب، ثنا محمد بن زياد بن زبار الكلبی، ثنا شرقی بن القطامی، عن لقمان بن عامر، قال :جئت أبا أمامة الباهلی فقلت :حدثنا ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لو أن صخرة وزنت عشر خلفات، قذف بها من شفير جهنم ما بلغت قعرها سبعين خريفا حتى ينتهی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگر اس روایت کی سند کو اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى غى، وأثام .قيل :وما غى، وأثام؟ قال :بئران فى أسفل جهنم يسيل منهما صديد أهل النار، وهما اللذان ذكرهما الله فى كتابه :(أضاعوا الصلاة، واتبعوا الشهوات، فسوف يلقون غيا)(ومن يفعل ذلك يلق أثاما)(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۷۷۳۱)

حدثنا عبيد الله بن سعد بن إبراهيم بن سعد، قال :ثنا محمد بن زياد بن زبار، قال :حدثنى شرقى بن القطامى، قال :حدثنى لقمان بن عامر الخزاعى، قال جئت أبا أمامة الباهلى قال : قلت :حدثنى حديثا، سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لو أن صخرة زنة عشر عشروات قذف بها من شفير جهنم ما بلغت قعرها سبعين خريفا، ثم تنتهى إلى غى وأثام فقلت :ما غى وأثام؟ قال " :بئران فى أسفل جهنم يسيل فيهما صديد أهل جهنم، فهذا الذى ذكر الله فى كتابه (فسوف يلقون غيا) و (أثاما)(تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى، رقم الحديث ۳۶)

حدثنا الحسين بن سليمان قال :، ثنا محمد بن يزيد بن زياد قال :حدثنى شرقى بن قطامى، عن لقمان بن عامر قال :جئنا أبا أمامة الصدى بن عجلان فقلنا :حدثنا حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فدعانى ثم قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لو أن صخرة زنة عشر خلفات قذفت بها من شفير جهنم ما بلغت قعرها سبعين خريفا لم تنته إلى غى وأثام . قال :قلت :وما غى وما أثام؟ قال "ميزابان فى أسفل جهنم يسيل فيهما صديد أهل النار وهما اللذان قال الله فى كتابه :(فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلاة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا)وقال تعالى :(ومن يفعل ذلك يلق أثاما) (الفرقان)(الكنى والاسماء للدولابى، رقم الحديث ۹۱)

۱؎ قال الهيثمى:رواه الطبرانى، وفيه ضعفاء قد وثقهم ابن حبان وقال :يخطئون(مجمع الزوائد، ج۱۰ص۳۸۹، تحت رقم الحديث ۱۸۵۹۱)

وقال المنذرى:رواه الطبرانى والبيهقى مرفوعا ورواه غيرهما موقوفا على أبى أمامة وهو أصح. الخلفات جمع خلفة وهى الناقة الحامل(الترغيب والترهيب، ج۴ص۲۵۵، تحت رقم الحديث ۵۵۶۹)

وقال ابن كثير:حديث غريب ورفعه منكر(تفسير ابنِ كثير،ج۵ص۲۱۸، سورة مريم)

وقال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتى:قال الحافظ :ومن طريق أبى أمامة مرفوعاً مثله وأتم منه"ضعيف:أخرجه ابن نصر فى "الصلاة(۳۶)"والدولابى فى "الكنى(۱/۱۳)"والطبرى فى "التفسير(۱۶/۱۰۰) و(۱۹/۴۴ــــ۴۵)"والطبرانى فى "الكبير(۷۷۳۱)"وفى "مسند الشاميين(۱۵۸۹)"والبيهقى فى "البعث(۴۷۴)"من طرق عن محمد بن زياد بن زَبَّار الكلبى ثنى شَرَقى بن قُطَامى ثنى لقمان بن عامر قال :جئت أبا أمامة صُدَى بن عجلان الباهلى فقلت :حدثنى حدثنا سمعته من رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، قال :فدعا لى بطعام، ثم قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم" :-لو أنَّ صخرة زِنَةَ عشر عشراوات قُذف بها من شَفير جهنم ما بلغت قَعْرها سبعين خريفا، ثم تنتهى إلى غَىّ وأَثام"قلت :وما غى وأثام؟ قال" :بئران فى أسفل جهنم يسيل فيهما صديد أهل النار، وهما اللذان ذكر الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورضعیف حدیث پرعقیدہ رکھنا درست نہیں ہوا کرتا۔

برسبیلِ تسلیم بھی راجح یہ ہے کہ بظاہر یہ شدید وعید اصل میں کفار کے لئے ہے،جس کی سورہ فرقان کی اگلی پچھلی آیات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فی کتابه "(أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ،وقوله فی الفرقان :(وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا .

وأخرجه ابن أبی الدنیا فی "صفة النار(۱۷) "من طریق شَبَابة بن سَوَّار المدائنی أخبرنی الولید بن حصین الشامی أخبرنی لقمان بن عامر عن أبی أمامة به.

والولید بن حصین هو شرقی بن قطامی، وشرقی لقبه، وقطامی لقب أبیه.

قال ابن کثیر :هذا حدیث غریب، ورفعه منکر "التفسیر۳/۱۲۸ .

وقال ابن رجب :فی إسناده ضعف "التخویف من النار ص ۷۴.

قلت :إسناده ضعیف لضعف شرقی بن قطامی.

قال أبو حاتم :لیس بقوی الحدیث، وقال إبراهیم الحربی :تکلم فیه، وقال الساجی :ضعیف، وقال ابن عدی :فی بعض ما رواه مناکیر، وکذبه شعبة وغیره(انیس الساری تخریج احادیث فتح الباری، ج۱۱ص۱۰۵۵، ۱۰۵۶، رقم الحدیث ۵۷۳۸/ ۹۴۴،سورة کهیعص)

؎ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ،وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا . يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا . إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا . وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (سورة الفرقان، رقم الآیات ۶۸ الی ۷۱)

یضاعف له العذاب یوم القیامة وسبب تضعیف العذاب، أن المشرک إذا ارتکب المعاصی مع الشرک یضاعف له العذاب علی شرکه ومعصیته ویخلد فیه مهانا أی ذلیلا(لباب التأویل فی معانی التنزیل، المعروف بالخازن، ج۳،ص۳۱۹،سورة الفرقان)

ومن یفعل شیئا من ذلک منهم فقد ضم معصیته إلی کفره ولو لم یلاحظ ذلک علی ما اختاره لزم أن من ارتکب کبیرة یکون مخلدا ولا یخفی فساده عندنا(روح المعانی ،للألوسی، ج۱۰،ص۴۹،سورة الفرقان)

المسألة الثانیة :سبب تضعیف العذاب أن المشرک إذا ارتکب المعاصی مع الشرک عذب علی الشرک وعلی المعاصی جمیعا، فتضاعف العقوبة لمضاعفة المعاقب علیه، وهذا یدل علی أن الکفار مخاطبون بفروع الشرائع(التفسیر الکبیر،للرازی،ج۲۴،ص۴۸۴،سورة الفرقان)

قال الله تعالی :(والذین لا یدعون مع الله إلها آخر (ولا یقتلون النفس التی حرم الله إلا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق أثاما *یضاعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مهانا) . إلا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا (فأولئک یبدل الله سیئاتهم حسنات وکان الله غفورا رحیما) وهذا خبر لا یجوز نسخه .وحمله علی المشرکین، وحمل هذه الآیة علی المؤمنین خلاف الظاهر، ویحتاج حمله إلی دلیل، والله أعلم(تفسیر القرآن العظیم،لا بن کثیر،ج۲،ص۳۸۰،سورة النسآء)

www.idaraghufran.org

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ سورہ مریم میں مذکور ”اضاعوا الصلاۃ“ اور ”غیّا“ کی تفاسیر مختلف ہیں۔

اور نماز کے قضاء کرنے کے گناہ وگمراہی ہونے میں شبہ نہیں، جو شخص نماز کو ترک یا قضاء کرنے کا عادی ہو، اور اس کی ادائیگی اور استغفار کر کے تلافی نہ کرے، اس کے لئے بھی یہ وعید ہونے کا اندیشہ ہے، لیکن جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہو، پھر اتفاق سے نماز قضاء ہوجائے، جس کو وہ بعد میں ادا بھی کرلے، اس پر اس وعید کو منطبق کرنا یا اسے جہنم کی گہری وادی یا پیپ والی وادی کا مستحق، قرار دینا غلو پر مبنی ہے۔

کیونکہ یہ بات معلوم ہوچکی کہ نماز کو قضاء کرنے کی تفسیر اولاً تو تفسیرِ محتمل کے درجہ میں ہے، دوسری تفاسیر بھی اس سلسلہ میں مروی ہیں، دوسرے اس طرح کی شدید وعید پر مشتمل تفسیر درحقیقت کفار کے حق میں ہے، تیسرے اس سلسلہ کی بعض روایات کمزور بھی ہیں، جن پر عقیدہ رکھنا درست نہیں، اور اتفاق سے نماز قضاء ہوجانے اور بعد میں ادا کر کے اور استغفار کر کے تلافی کرنے والے مومن اس وعید سے خارج اور صالح لوگوں میں داخل ہیں۔ [1]

---

[1] أننا إذا أخذنا برأى الجمهور فى جواز رواية الضعيف فى الترغيب والترهيب بالشروط الثلاثة التى ذكروها، فينبغى -فى نظرى -أن نضيف إليها شرطين مكملين ذكرتهما فى كتابى (ثقافة الداعية) وهما:

(1)......ألّا يشتمل على مبالغات وتهويلات يمجها العقل أو الشرع، أو اللغة؛ وقد نص أئمة الحديث أنفسهم أن الحديث الموضوع يعرف بقرائن فى الراوى أو المروى.

فمن القرائن فى المروى، بل من جملة دلائل الوضع، أن يكون مخالفاً للعقل، بحيث لا يقبل التأويل، ويلحق به ما يدفعه الحس والمشاهدة.

أو يكون منافياً لدلالة الكتاب القطعية أو السنة المتواترة، أو الإجماع القطعى، (أما المعارضة مع إمكان الجمع فلا) أو يكون خبراً عن أمر جسيم تتوفر الدواعى على نقله بمحضر الجمع ثم لا ينقله منهم إلا واحد!

ومنها :الإفراط بالوعيد الشديد على الأمر الصغير، أو الوعد العظيم على الأمر الحقير، وهذا كثير فى أحاديث القصاص.

ومما يوسف له أن كثيراً من المحدّثين لا يطبقون هذه القواعد عندما يروون فى الترغيب والترهيب ونحوه، وربما كان لهم عذر من طبيعة عصرهم .أما عقلية عصرنا فلا تقبل المبالغات، ولا تهضمها، وربما تتهم الدين ذاته إذا أُلقى عليها مثل هذه الأحاديث.

ومما تمجه اللغة :كثير من الأحاديث التى رواها بعض القصاص، مثل :دراج أبى السمح فى تفسير كلمات من القرآن الكريم لها مدلولاتها الواضحة فى اللغة، فروى لها تفسيرات هى غاية فى الغرابة والبعد عن المدلول اللغوى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

واللہ تعالیٰ اعلم

(جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فمن حديث دراج عن أبى الهيثم عن أبى سعيد رضى الله عنه مرفوعاً" :ويل واد فى جهنم يهوى فيه الكافر أربعين خريفاً، قبل أن يبلغ قعره "رواه أحمد والترمذى بنحوه إلا أنه قال" :سبعين خريفاً "مع أن "ويل" كلمة وعيد بالهلاک معروفة قبل الإسلام وبعده.

ومثل ذلک ما جاء َعند الطبرانى والبيهقى عن ابن مسعود رضى الله عنه من تفسير "الغى "فى قوله تعالى : (فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا) قال" :وادٍ فى جهنم"، وفى رواية "نهر فى جهنم.

وكذلک ما رواه البيهقى وغيره عن أنس بن مالک رضى الله عنه فى قوله تعالى :(وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقاً)قال " وادٍ من قيح ودم."

وأغرب منه ما رواه ابن أبى الدنيا عن شفى بن ماتع :أن فى جهنم وادياً يدعى "أثاماً "فيه حيات وعقارب . . . إلى آخره، يشير إلى قوله تعالى :(وَمَن يَفْعَلْ ذَالِکَ يَلْقَ أَثَاماً)

وقد ذكر المنذرى رحمه الله هذه الأحاديث فى "الترغيب والترهيب.

(2)...... ألَّا تعارض دليلاً شرعياً آخر أقوى منها (المنتقىٰ من كتاب الترغيب و الترهيب للقرضاوى، ص ٦٦ الى ٦٨، تحت المقدمة)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سونے اور جاگنے کے آداب (تیسری و آخری قسط)

سونے کی جگہوں اور بستر سے متعلق آداب

(28)......سونے سے پہلے بستر کو اللہ کا نام لے کر جھاڑ لینا چاہئے، کیونکہ بستر پر کوئی مضر چیز خواہ جانور ہو یا کوئی دوسری چیز، موجود ہو سکتی ہے، اور اگر انسان اسی طرح بستر کو جھاڑے بغیر لیٹ جائے، تو اس چیز سے اپنے آپ کو ضرر و نقصان پہنچ سکتا ہے، اور اگر کوئی غیر مضر جانور ہو، تو اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اللہ کا نام لے کر جھاڑنے سے ان سب چیزوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

(29)......سو کر اٹھنے کے بعد اپنے بستر، چادر وغیرہ کو اٹھا یا تہہ کر دینا چاہئے، اور چارپائی وغیرہ راستے میں ہو تو اسے وہاں سے ہٹا دینا چاہئے، تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے اور گزرنے والوں کے گزرنے کی وجہ سے بستر وغیرہ خراب نہ ہو۔

خراب اور میلے کچیلے بستر پر سونا طبی اعتبار سے صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

(30)......گزرگاہ اور راستہ میں نہیں سونا چاہئے، جس سے دوسروں کو ایذاء پہنچے، یا اپنے آپ کو ایذاء پہنچے۔ اور ٹرینوں وغیرہ میں جو حصے گزرنے اور اُترنے چڑھنے والوں کے لئے یا بیتُ الخلاء (لیٹرین و باتھ روم) میں آنے جانے والوں کے لئے مختص کئے جاتے ہیں، وہاں لیٹ کر یا سو کر مسافروں کی تکلیف کا سبب بننا بھی گناہ ہے۔

اسی طرح مسافر خانوں، مسجدوں یا ایسی جگہوں میں کہ جہاں سے مختلف لوگوں کی آمد و رفت ہوتی ہو، وہاں دروازے اور گزرنے کی جگہ لیٹنا اور سونا بھی منع ہے۔

(31)...... رات کو درختوں کے نیچے سونے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ درختوں پر مختلف چرند پرند رہتے ہیں، جو رات کو نیچے سونے والے کے اوپر گر سکتے ہیں، اور بعض اوقات غلاظت بھی کر سکتے ہیں، نیز طبی اعتبار سے رات کے وقت درخت اپنے اندر سے زہریلی ہوا (کاربن ڈائی آکسائیڈ) خارج کرتے

ہیں، جو قریب میں موجود شخص کی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

(32)...... ایسی کھلی چھتوں پر سونے سے پرہیز کیجئے، جہاں کوئی منڈیر اور دیوار وغیرہ نہ ہو۔
رات کو جب انسان سو جاتا ہے، تو وہ اس بات سے بے خبر ہو جاتا ہے کہ وہ کہاں ہے، اور کہاں نہیں؟ اور بعض اوقات انسان نیند سے بیدار ہو کر بے خیالی یا کسی اور تصور میں اسی طرح اٹھ کر چل پڑتا ہے، اور دھڑام سے چھت سے نیچے گر پڑتا ہے، اس طرح کے کئی واقعات سامنے آتے رہتے ہیں، اس لئے بغیر آڑ یا بغیر دیوار والی چھت پر سونے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اور چھت کے بجائے کسی ایسی اونچی چیز پر سونا کہ سوتے ہوئے اس سے نیچے گر جانے پر غیر معمولی چوٹ لگنے کا خطرہ ہو، یہ بھی مناسب نہیں، البتہ اگر کوئی آڑ وغیرہ لگا کر گرنے اور چوٹ لگنے سے حفاظت کا انتظام کر لیا جائے، تو پھر حرج نہیں۔

(33)...... رات کو سونے والے کمرے وغیرہ میں روشن دان وغیرہ کھلا رکھنا چاہیئے، اس سے ایک تو باہر سے تازہ ہوا کی آمد ورفت ہوتی رہتی ہے، جو صحت کے لئے مفید ہے اور دوسرے اندر کی مضر گیس باہر خارج ہوتی رہتی ہے۔

بعض اوقات اندر زہریلی گیس کسی پائپ سے نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور کسی کمرہ میں جب ایک سے زیادہ افراد سوئیں تو سانس کے ذریعہ سے نکلنے والی مضر گیس کا بھی اخراج ہوتا رہتا ہے، مگر روشن دان اور کھڑکیوں پر باریک جالی یا جالی دار کپڑا لگا دینا مناسب ہے، تاکہ مکھی مچھر وغیرہ اندر نہ آئیں۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ گیس اور بخارات عام طور پر اوپر کی طرف کو چڑھا کرتے ہیں، اس لئے گیس اور بخارات کے اخراجات کے لئے چھت میں سوراخ یا پھر چھت سے متصل دیوار میں روشن دان کی شکل کا سوراخ کھڑکی اور دروازہ کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔

(34)...... سونے سے پہلے آگ بجھا دینی چاہیئے، اور برتنوں کو ڈھانک دینا چاہیئے، اور باہر سے آنے کے دروازوں کو بند کر دینا چاہیئے، اور کنڈی تالا وغیرہ جو مناسب ہو، وہ لگا دینا چاہیئے، اور ان سب کاموں کے کرتے وقت اللہ کا نام لے لینا چاہیئے، مثلاً بِسْمِ اللّٰہ کہہ لینا چاہیئے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بند دروازہ، اور ڈھکے ہوئے برتن کو کھول نہیں پاتا، جبکہ ان کو بند کرتے اور ڈھکتے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے، اور شیطان کے مفہوم میں یہاں ڈاکو، چور اور جان کا دشمن

www.idaraghufran.org

بھی داخل ہے۔

اورسونے سے پہلے آگ بجھانے میں یہ بھی داخل ہے کہ آگ والی چیزوں کو بند کردیا جائے، مثلاً چولہا، ہیٹر، استری اور دوسری بجلی کی غیر ضروری چیزیں، کیونکہ ان چیزوں سے بھی جلنے اور ہلاک ہونے کے واقعات وجود میں آتے ہیں، اور یہ چیزیں بھی جدید دور کی آگ میں داخل ہیں۔

نیند سے بیدار ہونے کے متعلق آداب

(35)...... نیند سے بیدار ہوتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور آنکھوں کو مَل لینا چاہئے، اس سے سُستی اور نیند کا خمار دور ہوجاتا ہے، اور بستر سے اٹھنا آسان ہوجاتا ہے۔

(36)...... سوکر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر کسی پانی یا برتن وغیرہ میں ڈالنا مناسب نہیں، ایسی ضرورت پڑنے پر پہلے ہاتھوں کو دھولینا چاہئے۔

اس طرح کرلینے سے ایک طرف تو سنت پر عمل کا ثواب حاصل ہوتا ہے، اور دوسری طرف مختلف بیماریوں سے حفاظت بھی رہتی ہے۔

(37)...... جب بھی سوکر اٹھیں تو مسواک کرلینا سنت ہے، سوکر اٹھنے کے بعد منہ میں سانس کی آمدورفت سے مضر ہوا کے اثرات جمع ہوجاتے ہیں، جو سوکر اٹھتے ہی مسواک کرنے سے دور ہوجاتے ہیں۔ یہ عمل حفظانِ صحت کے لئے بہت مفید ہے۔

(38)...... صبح کو بیدار ہوکر ضروری تقاضوں سے فارغ ہونے کے بعد نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا چاہئے، اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل کرنا چاہئے۔

(39)...... اگر کسی عذر سے فجر کی نماز قضا ہوجائے، تو جلد از جلد اس کو ادا کرنا چاہئے۔

(40)...... صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے کچھ دیر کے لئے پیدل چلنا اور چہل قدمی یا ورزش کرنا صحت کے لئے انتہائی مفید ہے، اور آج کل کے مشینی دور میں اس کی ضرورت وافادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

لہٰذا آج کل صحت مند وتندرست رہنے کے لئے ہر ایک کو چہل قدمی، نقل وحرکت اور ورزش وغیرہ کے لئے وقت نکالنا چاہئے، جس کے لیے صبح کا وقت زیادہ موزوں ہے۔

سونے اور جاگنے سے متعلق متفرق آداب

(41)...... دو مرد حضرات، یا دو خواتین کو ایک کپڑے (لحاف یا کمبل یا چادر وغیرہ) میں اس طرح لیٹنا منع

ہے کہ ایک دوسرے کے جسم کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہ ہو، یعنی ان کا جسم ننگا ہو۔

البتہ اگر درمیان میں کپڑا حائل ہو، مثلاً لباس پہن رکھا ہو، تو پھر ایک کپڑے (لحاف یا کمبل یا چادر وغیرہ) میں لیٹنا گناہ تو نہیں، لیکن بلاضرورت مناسب نہیں۔

اور اگر دونوں الگ الگ کپڑے (لحاف یا کمبل یا چادر وغیرہ) میں لیٹیں، تو پھر کوئی حرج نہیں، خواہ ایک ہی چارپائی وغیرہ پر لیٹیں، جیسا کہ ایک بیڈ پر، یا بعض اوقات ریل میں ایک برتھ پر اس طرح لیٹنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، اور سخت ضرورت میں مثلاً کوئی سفر میں ہو، اور اوڑھنے کے لئے دوسرا کپڑا نہ ہو، تو ایک کپڑے میں لیٹنے میں بھی گناہ نہیں۔

(42)......جب بچے سمجھدار ہوجائیں، تو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ نہ لٹایا جائے، کیونکہ اس میں کئی فتنے لازم آتے ہیں، اور اگر کبھی ضرورت پیش آئے تو درمیان میں کوئی چیز حائل کردی جائے، مثلاً تکیہ وغیرہ۔

طبی اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر لیٹنا اور سونا صحت کے لئے فائدہ مند نہیں، اس لئے ایک دوسرے سے دُور ہو کر سونا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کے سانس کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں، قریب قریب مل کر اور دوسرے کے منہ کے ساتھ منہ ملا کر سونے سے سانس سے نکلی ہوئی زہریلی ہوا، دوسرے کے سانس کے ساتھ اندر پہنچ کر بیماری کا سبب بن سکتی ہے۔

(43)......بوقتِ ضرورت مثلاً کمزوری، بیماری، سردی یا دشمن کے خوف وغیرہ جیسی مجبوری میں اپنے رہائشی کمرے کے اندر کسی برتن یا پوٹ وغیرہ میں پیشاب کرنے میں حرج نہیں۔

البتہ صبح ہونے کے بعد بلاضرورت پیشاب کو اسی طرح وہاں چھوڑے رکھنا مناسب نہیں، بلکہ اس کو جلد از جلد کسی مناسب جگہ انڈیل دینا چاہیے۔

(44)......حتی الامکان تنہا مکان میں سونے اور رات گزارنے سے پرہیز کرنا چاہیے، جب تک کوئی دوسرا ساتھ نہ ہو۔

کسی گھر میں تنہا رات گزارنے کی صورت میں، جس میں کوئی ساتھ نہ ہو، بعض اوقات کوئی حادثہ یا بیماری وغیرہ کا عارضہ یا دشمن یا موذی چیز کی طرف سے کوئی ضرر و نقصان پیش آجاتا ہے، اور اگر کوئی دوسرا ساتھ میں ہو، تو اس کی طرف سے مدد کا حاصل ہونا اور اس ضرر و نقصان سے بچنا آسان ہوتا ہے، اس لئے کسی مکان میں تنہا رات گزارنے سے بچنا چاہیے، اِلَّا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

(45)...... جہاں کوئی دوسرا سویا ہوا ہو، وہاں بات چیت یا کوئی ایسی حرکت اتنی بلند آواز یا ایسے انداز سے نہیں کرنی چاہئے، جس سے دوسرے کی نیند وآرام میں خلل پیدا ہو۔

(46)...... بیدار ہونے کے بعد اور خاص طور پر صبح کو نیند سے اُٹھنے کے بعد وضو وغیرہ سے پہلے پیشاب، پاخانے سے فارغ ہونا چاہئے، کیونکہ جو کچھ روزانہ کھایا پیا جاتا ہے، اس کا عمدہ اور اچھا حصہ جسم کی غذاء بن جاتا ہے، باقی خراب حصہ پیشاب، پاخانے کی شکل میں آنتوں اور مثانہ میں جمع رہتا ہے، رات بھر سونے اور لمبے وقفہ کی وجہ سے اس کو صبح نیند سے اٹھتے ہی خارج کرنے کی عادت بنانا صحت کے لئے مفید اور اس کو روکے رکھنا مضر ہے۔

(47)...... بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے یا منہ سے چراغ بجھانے یا رات کو آئینہ میں چہرہ دیکھنے کو معیوب یا بُرا اور منحوس سمجھتے ہیں۔

حالانکہ رات یا شام کے وقت ان کاموں کے کرنے میں شرعاً کوئی نحوست یا گناہ کی بات نہیں ہے۔

(48)...... بعض لوگ اور خاص کر عورتیں رات کو درخت ہلانے اور کاٹنے سے اس لیے منع کرتی ہیں کہ اس سے وہ بے چین یا بے آرام ہو جاتا ہے۔

مگر اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں، البتہ رات کو بلاضرورت درخت کی چھیڑ چھاڑ کرنا اس لیے مناسب نہیں کہ درخت پر مختلف قسم کے جانور یا پرندے موجود ہوتے ہیں اور رات کے وقت وہ آرام میں مشغول ہوتے ہیں، یہ اُن کی تکلیف کا سبب ہے اور بعض اوقات کوئی موذی جانور گر کر کاٹ بھی لیتا ہے۔

(49)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ رات کو انگلیاں چٹخانے سے نحوست آتی ہے۔

مگر شرعاً اس کی بھی کوئی اصل نہیں، البتہ بلاوجہ انگلیاں چٹخانا پسندیدہ اور اچھی بات نہیں۔

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط17 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کا شیخِ مدین کی بیٹی سے نکاح

شیخِ مدین، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات، کردار، اور چال چلن کا جائزہ لیتے رہے، اسی لیے جب ان کو حضرت موسیٰ کی طرف سے اطمینان ہوگیا، تو ایک دن ان سے کہا کہ میں اپنی ان دونوں بچیوں میں سے ایک کا تم سے نکاح کردینا چاہتا ہوں، اس کے بدلہ میں آٹھ سال تک تم میرے ملازم رہواور بکریاں چراؤ ، اور اگر تم اپنی طرف سے مزید دو سال کام کرو تو یہ میرے ساتھ تمہارا تعاون ہوگا۔

اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت موسیٰ کے ان کے گھر پہنچتے ہی یہ ساری باتیں ہوگئیں، جیسا کہ بادی النظر میں یہی خیال ہوتا ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید چونکہ ہدایت والی کتاب ہے، اس کا مقصد محض تاریخی واقعات کو نقل کرنا نہیں کہ ان کو تفصیل سے اور تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کرے، بلکہ اس کا مقصد تو بندوں کو راہ راست دکھانا ہے، اس لئے وہ قصوں اور واقعات میں سے انہی حصوں کو منتخب کرتا اور ان کا عطر اور نچوڑ پیش کرتا ہے جو اس مقصد کے لئے ضروری ہوتے ہیں، اور درمیان کے وہ حصے چھوڑ دیتا ہے جو خود سمجھ میں آ سکتے ہیں۔

اس لئے یہاں پر بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے کہ درمیان کی ان غیر ضروری تفصیلات کو چھوڑ کر مختصر طور پر اہم امور کو بیان فرمایا گیا ہے۔

ورنہ اصل صورت اس طرح ہوگی کہ حضرت موسیٰ نے تشریف آوری کے بعد کچھ دن تو ان کے یہاں بطورِ مہمان قیام کیا ہوگا، اس دوران کسی وقت شیخِ مدین کی ایک صاحبزادی نے یہ بات کہی ہوگی کہ ابا جان ان کو آپ اجرت پر رکھ لیں کہ ایسا قوت والا اور امانت دار شخص ہمیں بہت فائدہ دے گا، اس کے بعد شیخِ مدین نے خیال کیا ہوگا کہ ایک نوجوان شخص کو یونہی گھر میں رکھنا درست نہیں، لہٰذا کیوں نہ ان کا اپنی ایک لڑکی سے نکاح کردوں، تاکہ ان کا گھر میں رہنا بھی صحیح طریقے سے ہو اور یہ گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے گھر کے کام کاج بھی زیادہ بہتر طریقے سے کرسکیں، تب کسی موقع پر انہوں نے حضرت موسیٰ کو یہ پیشکش کی

ہوگی، اور یہ بات چیت ہوئی ہوگی جو یہاں بیان فرمائی جارہی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ(سورة القصص، رقم الآية ٢٧)

یعنی ’’اس (شیخ مدین) نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کر دو، تو یہ تمہاری طرف سے ہے، اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، ان شاء اللہ تم مجھے نیک آدمی پاؤ گے‘‘

بعض مفسرین کے نزدیک شیخِ مدین نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میں آپ سے اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کردینا چاہتا ہوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس تک میری خدمت کروگے، یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کے بعد تم اپنی بیوی کو لے کر چل پڑو کہ اس طرح تو ہمارا مقصد ہی فوت ہوجائے گا، لہٰذا اس نکاح کے لئے شرط یہ ہے کہ تمہیں کم از کم اتنی مدت تک یہاں رہنا ہوگا، یہ مطلب نہیں کہ یہ کام اس نکاح کے لئے مہر ہے، بلکہ یہ اس کے لئے ایک بنیادی شرط ہے جس کے ماننے کے بعد لڑکی کی تعیین اور مہر کا تقرر وغیرہ امور حسبِ ضابطہ بعد میں طے کئے جائیں گے، کیونکہ شیخِ مدین کا یہ قول نکاح نہیں تھا بلکہ نکاح کا محض وعدہ تھا۔

نیز شیخ مدین کی طرف سے حضرت موسیٰ کو یہ کہا گیا کہ اگر تم نے آٹھ کے بجائے دس سال پورے کردیئے، تو یہ تمہاری طرف سے ایک احسان ہوگا، میں تم پر اس معاملے میں کوئی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا، تم ان شاء اللہ مجھے خوش معاملہ لوگوں میں سے پاؤ گے، اور صرف یہی نہیں کہ دنیاوی معاملات میں تم مجھے ایسا پاؤ گے، بلکہ میری وجہ سے خود تمہاری ایسی تربیت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی خاص مرتبہ پاؤ گے، چنانچہ اس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام شرفِ نبوت سے مشرف ہونے کے اہل بن گئے۔

نکاح میں خدمت کو مہر مقرر کرنا

بہت سے فقہاء اور مفسرین کے نزدیک بکریاں چرانے کو شیخِ مدین نے اپنی صاحبزادی کا مہر مقرر کیا تھا۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا بیوی کے لیے محنت کا کوئی کام کرنا مہر بن سکتا ہے یا نہیں؟

اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق خدمت کو مہر مقرر کرنے کی صورت میں اگر خدمت کو مہر مقرر کرنے والا آزاد مرد ہے، تو اس کی بیوی کے لیے مہرِ مثل لازم ہوگا، اور اگر غلام ہے، تو عورت کو خدمت لینے کا حق ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک اس کے اوپر ایک سال کی خدمت کی جو قیمت بنتی ہے، وہ لازم ہوگی۔

امام شافعی کے نزدیک اگر مقررہ وقت کی خدمت کی شرط پر نکاح کیا جائے، تو ایسا نکاح جائز ہے، اور شوہر پر مقررہ مدت تک کی خدمت کرنا لازم ہوگا۔

البتہ امام مالک کے نزدیک جب کسی مرد نے عورت کی محنت مزدوری کرنے کی بنیاد پر اس سے نکاح کیا، تو اگر بیوی کے ساتھ ہمبستری وغیرہ نہ کی ہو، تو نکاح فسخ ہو جائے گا، اور اگر ہمبستری وغیرہ کر لی ہو، تو پھر ایسی صورت میں نکاح ثابت ہوگا، اور عورت کے لیے مہرِ مثل لازم ہوگا۔ [1]

---

[1] وقد اختلف العلماء فی ذلک، فقال مالک: إذا تزوجها على أن يؤجرها نفسه سنة أو أكثر يفسخ النكاح إن لم يكن دخل بها، فإن دخل ثبت النكاح بمهر المثل، وقال أبو حنيفة وأبو يوسف: إن كان حرآ فلها مهر مثلها، وإن كان عبدا فلها خدمة سنة، وبه قال أحمد فی رواية، وقال محمد: يجب عليه قيمة الخدمة سنة لأنها متقومة .وقال الشافعی: النكاح جائز على خدمته إذا كان وقتا معلوما، ويجب عله عين الخدمة سنة .وكذلک الخلاف إذا تزوجها على تعليم القرآن(عمدة القارى للعينى، ج۱۲ ص۸۵، كتاب الاجارة، باب من استأجر أجيرا فبين له الأجل ولم يبين له العمل)

يجوز عند الشافعية والحنابلة أن يكون الانتفاع بالحرفة مهرا، فيصح أن يتزوج الرجل المرأة على عمل معلوم كخياطة ثوب معين، وبناء دار وتعليم صنعة وغير ذلک من كل ما هو مباح، ويجوز أخذ الأجرة عليه لقوله تعالى حكاية عن شعيب مع موسى عليهما الصلاة والسلام:(إنى أريد أن أنكحک إحدى ابنتى هاتين على أن تأجرنى ثمانى حجج)ولأن منفعة الحر يجوز أخذ العوض عنها فی الإجارة فجازت صداقا.

وعند الحنفية خلاف :ملخصه أن ما هو مال أو منفعة يمكن تسليمها يجوز التزوج عليها، وما لا يمكن تسليمه لا يجوز ولذلک لا يجوز أن يتزوج الحر على خدمته إياها سنة، لأن موضوع الزوجية أن تكون هی خادمة له لا بالعكس .لأن خدمة الزوج لزوجته – كما قيل قلب للأوضاع – لأن المفروض أن تخدمه هی لا العكس .وأما إذا سمى إيجار بيت أو غير ذلک من منافع الأعيان فإن هذا جائز عندهم.

وأما ما تردد بين أن يكون خدمة أو لا كرعی غنمها أو زراعة أرضها، فإن الروايات قد اختلفت فی ذلک، كما اختلفوا فيما هو الأرجح.

وقالوا: إذا تزوج الحر امرأة على أن يخدمها هو سنة مثلا فهذه التسمية عند الشيخين فاسدة والعقد صحيح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے برعکس بعض مفسرین اورفقہاء نے یہ موقف اختیار فرمایا ہے کہ بکریاں چرانا بطور مہر نہیں تھا، بلکہ یہ دو الگ الگ باتوں کی مفاہمت تھی، شیخِ مدین یہ چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی بکریاں بھی چرائیں جس کی اجرت الگ مقرر ہو،اوران کی صاحبزادی سے نکاح بھی کریں،جس کا مہرالگ سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووجب عليه إما مهر المثل فی بعض الروايات، أو قيمة خدمته المدة المنصوص عليها فی عقد الزواج .

كذلك اختلف المالكية فی جعل الصداق خدمته لها فی زرع أو فی بناء دار أو تعليمها فمنعه مالك وهو المعتمد فی المذهب، وكرهه ابن القاسم وأجازه أصبغ .قال اللخمی: وعلى قول مالك يفسخ النكاح قبل البناء ويثبت بعده بصداق المثل .وقال ابن الحاجب على القول بالمنع: النكاح صحيح قبل البناء وبعده، ويمضی بما وقع به من المنافع للاختلاف فيه .وهذا هو المشهور(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧ ص ١٨١، ١٨٢، مادة "حرفة")

ولو تزوجها على أن يرعى غنمها سنة لم يجز على رواية الأصل .وروى ابن سماعة أنه يجوز فی الرعی، وقد اختلف أصحابنا رحمهم الله فی هذا؛ فمنهم من يقول: بأن المنفعة صلحت مهرا؛ لأنها متقومة بالعقد، إلا أن الزوج يمنع عن الخدمة لما فيه من الاستهانه ولا استهانة فی رعی الغنم فيجوز شرطه.

ومنهم من قال بأن منفعة الحر لا تصلح مهرا، وعلى هذا الأصل قال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله: إذا تزوجها على خدمته سنة فلها مهر المثل .وقال محمد رحمه الله: لها قيمة خدمته، فمحمد رحمه الله يقول: بأن المنفعة تصلح عوضا فی سائر العقود فتصلح عوضا فی باب النكاح أيضا، لا أنه منع من التسليم شرعا لما فيه من الاستهانة به مع صلاحيته مهرا فيصار إلى قيمته، كما لو تزوجها على عبد الغير ولم يجز ذلك الغير ......بأن المنافع فی الأصل ليست ....ولهذا لا يضمن بالغصب، وإنما يظهر لها حكم المالية والتقويم شرعا بالعقد ضرورة الحاجة إليها، فإذا تم يجب التسليم بالعقد ...لا تندفع له الحاجة فبقی حكم الأصل، فلم تظهر المالية والتقويم فيجب مهر المثل(المحيط البرهانی، ج٣ص ٨٥،٨٦، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فی المهور)

فقال الحنفية :المهر: هو كل مال متقوم معلوم مقدور على تسليمه............

ـ أما الزواج على أن يعلمها القرآن أو بعضه أو بعض أحكام الدين من حلال وحرام، فلا يصح عند متقدمی الحنفية......وأفتى متأخرو الحنفية بجواز أخذ الأجرة على تعليم القران وأحكام الدين، للحاجة إليه بسبب تغير الأحوال واشتغال الناس بشؤون المعيشة، فلا يتفرغ المعلم من غير أجر .وعليه يجوز جعل المهر تعليم القرآن أو أحكام الدين......

ولو تزوج حر امرأة على أن يخدمها سنة، كرعی غنمها سنة، فالتسمية فاسدة، ولها مهر مثلها فی قول أبی حنيفة وأبی يوسف؛ لأن المنافع ليست بأموال متقومة عندهما، فلم تكن عندهما مضمونة بالغصب والإتلاف، وإنما يثبت لها التقوم إذا ورد العقد عليها، للضرورة، دفعا للحاجة بها .

وعند الشافعی وباقی الأئمة: التسمية صحيحة، وللمرأة خدمة سنة؛ لأن المبدأ عندهم: كل ما يجوز أخذ العوض عنه، يصح تسميته مهرا، ومنافع الحر يجوز أخذ العوض عنها؛ لأن إجارة الحر جائزة بلا خلاف فصح تسميتها، والمنافع عندهم أموال متقومة(الفقه الاسلامی وادلتہٗ للزحيلی، ج٩ ص ٦٧٦٨ الیٰ ٦٧٧٠ ، ملخصاً، القسم السادس، الباب الاول، الفصل السادس، المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

قاعدے کے مطابق طے کیا جائے۔

ان دونوں باتوں کے بارے میں ان کی مرضی معلوم کرنے کے لیے آپ نے دونوں باتیں ذکر فرمائیں، تاکہ جب وہ ان باتوں کو منظور کر کے وعدہ کرلیں، تو نکاح اس کے اپنے طریقے سے کیا جائے، جس میں لڑکی کا تعین بھی ہو، گواہ بھی ہوں اور مہر بھی مقرر کیا جائے، اور ملازمت کا معاہدہ اپنے طریقے سے کیا جائے جس میں اجرت باقاعدہ مقرر کی جائے۔

چنانچہ یہ دونوں معاملات اپنے اپنے احکام کے مطابق اپنے اپنے وقت پر انجام پائے اور اس وقت صرف ان معاملات کو آئندہ وجود میں لانے کا دونوں طرف سے وعدہ کیا گیا۔ [1]

اور بعض حضرات کے نزدیک اگر یہ معاملہ مہر کا شریعت محمدیہ کے لحاظ سے درست نہ ہو، تو ہوسکتا ہے کہ دوسرے انبیاء کی شریعت میں درست ہو اور شرائع انبیاء میں ایسے فروعی فرق ہونا نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ [2]

(جاری ہے..........)

---

[1] وقول شعيب عليه السلام: إنى أريد أن أنكحك إلخ ظاهر فى أنه عرض لرأيه على موسى عليه السلام واستدعاء منه للعقد لا إنشاء وتحقيق له بالفعل، ولم يجزم القائلون باتفاق الشريعتين فى ذلك بكيفية ما وقع، فقيل لعل النكاح جرى على معينة بمهر غير الخدمة المذكورة وهى إنما ذكرت على طريق المعاهدة لا المعاقدة فكأنه قال: أريد أن أنكحك إحدى ابنتى بمهر معين إذا أجرتنى ثمانى حجج بأجرة معلومة(روح المعانى، ج١٠ ص٢٧٧، سورة القصص)

[2] وقال بعضهم: يجوز أن تكون الشرائع مختلفة فى أمر الإنكاح فلعل إنكاح المبهمة جائز فى شريعة شعيب عليه السلام ويكون التعيين للولى أو للزوج، وكذا جعل خدمة الولى صداقا ونحو ذلك مما لا يجوز فى شريعتنا،ولا يرد أن ما قص من الشرائع السالفة من غير إنكار فهو شرع لنا لأنه على الإطلاق غير مسلم(روح المعانى، ج١٠ ص٢٧٧، ٢٧٨، سورة القصص)

Idara Ghufran

طب وصحت مفتی محمد رضوان

چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط9)

بلڈ پریشر (Blood pressure) کا زیادہ یا کم ہونا

بعض اوقات خون کا دباؤ اعتدال سے نکل کر زیادہ یا تیز ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات اعتدال سے کم ہوجاتا ہے، اگر خون کا دباؤ زیادہ ہو، تو اس کو ''بلند فشارِ خون یا ہائی بلڈ پریشر'' (High Blood pressure) کہا جاتا ہے، اور خون کا دباؤ اعتدال سے کم ہوجائے، تو اس کو ''کم فشارِ خون یا لو بلڈ پریشر'' (Low Blood pressure) کہا جاتا ہے۔

معتدل یا نارمل بلڈ پریشر 80/120 تک شمار کیا جاتا ہے۔

ہائی بلڈ پریشر (High Blood pressure)

جب بلڈ پریشر تیز یا زیادہ ہوتا ہے، تو سر میں درد ہوتا ہے، سر چکراتا ہے، نیند نہیں آتی، سانس پھولتا ہے، دل گھبراتا ہے، دل کی دھڑکن کی آواز یعنی اس کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔

بلڈ پریشر تیز یا زیادہ ہونے کا سبب شریانوں کی سختی، خون میں چکنائی کی زیادتی، دماغی وجسمانی محنت، رنج وفکر، شراب نوشی، تمباکو نوشی، معدہ اور جگر کے بعض امراض، دائمی قبض، بدہضمی، موٹاپا وغیرہ، اور مرغن، محرک اور ثقیل غذاؤں کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

اس لئے مذکورہ چیزوں کے استعمال کو ختم یا حتی الامکان کم کرنا چاہیئے۔

ہائی بلڈ پریشر سے بچنے کے لئے آلو بخارا تین دانے، پودینہ بارہ گرام لے کر دونوں کو جوش دیں، اور چھان کر صبح نہار منہ روزانہ استعمال کریں۔

اس کے علاوہ لہسن، ادرک کا پانی اور شہد ہم وزن ملا کر ایک بڑا چمچ صبح وشام استعمال کرنا بھی اس مرض میں مفید ہے۔

صندل سفید اور چھوٹی الائچی کا قہوہ، ہائی بلڈ پریشر کے لیے بہت مفید ہے۔

اسرول جس کو سرپ گندھا اور چھوٹا چاند بھی کہا جاتا ہے، اس کو لے کر کوٹ چھان کر سفوف بنائیں اور

ڈیڑھ ڈیڑھ ماشہ کی مقدار میں دودھ یا پانی کے ساتھ صبح وشام دیں، یہ مستقل طور پر رہنے والے ہائی بلڈ پریشر کی مفید دوا ہے۔

اس مرض کے دوران قبض نہ ہونے دیں، جسم سے پسینہ کے اخراج کی تدبیر کریں، صاف اور کھلی فضاء میں رہنے اور ہری بھری جگہوں کی سیر کرنے کی کوشش کریں، غصہ کے استعمال، رنج وغم اور پریشانی سے بچنے کا اہتمام کریں۔

لوبلڈ پریشر(Low Blood pressure)

اگر بلڈ پریشر لو یعنی کم ہو، تو اس میں خون کا بہاؤ، طبعی دباؤ سے کم ہوجاتا ہے، دل کے سکڑنے کے عمل میں سستی واقع ہوتی ہے، سر میں درد ہوتا ہے، نیند نہیں آتی، غنودگی اور سستی طاری رہتی ہے، کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا، تھوڑا سا کام کرنے سے تھکن محسوس ہوتی ہے، عموماً ہاتھ پاؤں ٹھنڈے رہتے ہیں، سردی کا احساس بڑھ جاتا ہے، آنکھوں اور گردن کے عضلات میں کھچاؤ محسوس ہوتا ہے، اکثر معدہ کے مقام پر درد محسوس ہوتا ہے، پیٹ میں ریاح اور گیس جمع ہوتی ہے، اگر ایک دو دفعہ غیر عادی اجابت ہوجائے، تو تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور کبھی مریض اس مرض کے حملہ کی وجہ سے بے ہوش بھی ہوجاتا ہے۔

کمزور کرنے والی بیماریاں، خون کی کمی، افیون اور تمباکو کا استعمال، خوف و ہراس، مسلسل بدہضمی، غیر متوازن خوراک، نمکیات، وٹامن اور حیاتین کی کمی، بلڈ پریشر کے لو یا کم ہونے کے مرض کے اسباب شمار کئے جاتے ہیں۔

اگر بلڈ پریشر میں کمی عارضی ہو تو مریض کو چت یعنی سیدھا لٹا کر اس کے سر کے نیچے سے تکیہ نکال دیں اور پیروں کو ذرا اونچا کردیں۔

بلڈ پریشر کم یا لو ہونے کی صورت میں چھ گرام دار چینی ایک کپ پانی میں جوش دے کر گڑ یا شہد ملا کر نیم گرم پلانا مفید ہے۔ اس کے علاوہ کلونجی 6 گرام ایک کپ پانی میں جوش دے کر ہلکا سا نمک ڈال کر نیم گرم استعمال کرنا بھی مفید ہے۔

بلڈ پریشر کم یا لو ہونے والے مریض کے لئے کھجور، انڈہ، شہد، مرغی کی یخنی، مچھلی کا گوشت، تازہ پھل اور خشک میوہ جات کا استعمال مفید ہے، اور فوری طور پر تھوڑے سے نمک کا استعمال بھی کم بلڈ پریشر کو دور کرنے کے لئے مفید ہوتا ہے۔

www.idaraghufran.org

جریان، یا دھات آنا(Semenuria)

چائے، تمباکو، یا گرم مقوی اور محرک اشیاء کے بکثرت استعمال، فحش و بے حیائی کی باتیں یا چیزیں دیکھنے، پڑھنے اور کرنے سے یا عورتوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھنے سے یا غذا کی بے احتیاطی سے، یا کسی جسمانی عارضہ سے بلا ارادہ پیشاب کے راستہ سے لیس دار مادہ خارج ہونے لگتا ہے، جو بعض اوقات پیشاب کے ساتھ خارج ہوتا ہے، جس کو جریان یا دھات آنا کہا جاتا ہے، اس مرض کی وجہ سے روز بروز کمزوری بڑھتی جاتی ہے، مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے، اور بھی کئی قسم کے عوارض لاحق ہوجاتے ہیں۔

ایسی صورت میں املی کے بیج اور شکر یا چینی ہم وزن لے کر باریک سفوف بنائیں، اور دو دو گرام صبح و شام پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

اس کے علاوہ خشک دھنیا اور اس کے ہم وزن چینی ملا کر سفوف بنا کر دو گرام صبح اور شام پانی کے ساتھ استعمال کرنا بھی اس مرض میں مفید ہے۔

اگر کسی نوجوان کو مزاج میں زیادہ گرمی ہونے کی وجہ سے یہ مرض لاحق ہو، تو شیشم کے درخت کے سبز پتے، ایک مٹھی بھر مقدار میں رات کے وقت ایک چینی کے پیالہ میں ڈال کر بھگو دیں، اور صبح کو ان پتوں کو مَل کر اور چھان کر اس پانی میں بقدرِ ضرورت چینی شامل کر کے پی لیں، ایک ہفتہ کے استعمال سے یہ شکایت بحکمِ الٰہی رفع ہوجاتی ہے، کثرتِ احتلام کی بیماری ہو، تو اس سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

جس کو جریان یا دھات کا عارضہ ہو، اسے زیادہ گرم اور محرک اشیاء نیز تلی ہوئی اور کھٹی چیزوں سے، اور اسی طرح ثقیل، بادی غذا اور تمباکو نوشی وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اپنے آپ کو فحش و بے حیائی کے افکار اور کاموں و باتوں سے بچا کر رکھنا چاہئے۔

کثرتِ احتلام(Nocturnal Ejaculation)

سوتے وقت نیند میں مادۂ منویہ خارج ہونے کو احتلام کہا جاتا ہے، اگر جوانی کے زمانہ میں مہینہ یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ احتلام ہوجائے، تو یہ طبی اعتبار سے بیماری نہیں، لیکن اگر اس میں اضافہ ہوجائے، اور معمول بن جائے، تو پھر یہ بیماری شمار ہوتا ہے، جس کے علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

کثرتِ احتلام کا سبب فحش و بے حیائی، عورتوں کی باتیں کرنا، اس طرح کا لٹریچر پڑھنا یا اس طرح کے پروگرام دیکھنا، اس طرح کی چیزوں کو سوچنا اور تفکر کرنا ہوتا ہے، اور بعض اوقات کسی جسمانی عارضہ مثلاً

www.idaraghufran.org

قبض اور ریاح وغیرہ کے رہنے سے بھی کثرتِ احتلام کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔

ایسے مریض کو چاہئے کہ زیادہ گرم اور محرک اشیاء اور ثقیل، بادی چیزوں سے حتی الامکان پرہیز کرے۔

کھانا سونے سے تقریباً تین گھنٹے پہلے کھالیا کرے، پیشاب کر کے سویا کرے، فحش اور شہوانی خیالات وافکار اور چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے، فوراً دودھ پی کر نہ سویا کرے، اور کروٹ کے بل سونے کی کوشش کیا کرے، احتلام نہ ہونے کا مضبوط تصور کر کے سویا کرے۔

رات کو سونے سے پہلے چٹکی بھر نمک کھانے سے احتلام سے حفاظت رہتی ہے۔

املی کے بیج اور اس کے ہم وزن چینی شامل کر کے باریک سفوف بنائیں، دو گرام صبح اور دو گرام شام پانی کے ساتھ استعمال کریں۔ اس کے علاوہ خشک دھنیا ضرورت کے مطابق لے کر کوٹ چھان لیں، اور اس کے برابر چینی شامل کر کے چند دن، روزانہ صبح نہار منہ تازہ پانی کے ساتھ کھائیں۔

شوگر کے مریض چینی شامل نہ کریں۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......26/ جمادی الاولیٰ،اور3/ 10/ 17جمادی الاولیٰ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے ہوئے۔

□......28/ جمادی الاولیٰ،اور5/ 12/ 19جمادی الاخریٰ، بروزاتوار،حضرت مدیرصاحب کی اصلاحی مجلس حسبِ معمول ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہی۔

□......25/ جمادی الاولیٰ،اور2/ 9/ 16/ جمادی الاخریٰ، جمعرات بعدظہر شعبہ حفظ کی بزمِ ادب منعقد ہوتی رہی، ہراتوار بعدظہر، شعبہ ناظرہ کی بزم بھی ہوتی رہی۔

□......7/ جمادی الاخریٰ، بروزمنگل، مفتی محمد امجد صاحب، اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ عمرہ کے سفر پر تشریف لے گئے،23/ جمادی الاخریٰ، جمعرات کے دن واپسی ہوئی۔

□......9/ جمادی الاخریٰ، بروز جمعرات، بعداز نمازِ عشاء، حضرت مدیرصاحب کے صاحبزادے مولانا محمد ریحان صاحب (رفیق دارالافتاء:ادارہ غفران) کا نکاح منکوحہ کے گھر میں مختصر تقریب میں حضرت مدیرصاحب نے پڑھایا۔

□......12/ جمادی الاخریٰ، بروزاتوار، ادارہ کی ضروریات کے لیے زیرِتعمیر منزل کی چھت کا لینٹرڈالا گیا۔

□......17/ جمادی الاخریٰ، بروز جمعہ، بعداز نمازِ جمعہ، حضرت مدیرصاحب اور ادارہ کے چند اساتذہ، جناب ملک اسحاق صاحب (سخی سنز آٹوز، چاہ سلطان) کے صاحبزادوں کے ولیمہ میں شریک ہوئے۔

□......21/ جمادی الاخریٰ، بروزمنگل، حضرت مدیرصاحب ، جناب عبدالرحمٰن صاحب (مولانا ریحان صاحب کے ماموں سُسر) سے ملاقات کے لیے ان کی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔

□......ادارہ غفران کے زیرِ انتظام تعمیرِ پاکستان سکول میں 21/ فروری (23/ جمادی الاولیٰ) بروزمنگل سے 4/ مارچ (4/ جمادی الاخریٰ) بروز ہفتہ تک تعلیمی سال (2016-2017ء) کے سالانہ امتحانات جاری رہے۔

□......11/ مارچ (11/ جمادی الاخریٰ) بروز ہفتہ، تعمیرِ پاکستان سکول میں تعلیمی سال 2016-17ء کے نتائج کا دن (Result day) تھا، پری سکول (Pre School) کے چھوٹے بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے سب بچوں کو خوبصورت ٹوپیاں (Caps)، ہدایا (Gifts)، اور نمایاں کارکردگی کے حامل بچوں کو سندیں (Certificates) دی گئیں، اور جونیئر سکول (Junior School) میں پہلی تین پوزیشنیں حاصل

Idara Ghufran

کرنے والے طلبہ کو شیلڈز اور نصابی وغیرنصابی سرگرمیوں (Curricular Activities and Co-Curricular Activities) میں امتیازی درجہ حاصل کرنے والے طلبہ میں سندیں (Certificates) تقسیم کی گئیں۔

اسی دن سال بھر میں محنت، شوق اور لگن کے ساتھ کام کرنے والی معلمات کی خدمات کو سراہا گیا، اور ان کے لئے اسناد (Certificates) جاری کی گئیں، اس موقعہ پر بندہ محمد ناصر نے معلمات سے تعلیم وتعلُّم کے شعبہ کی فضیلت واہمیت پر خطاب کیا، اور آئندہ سال کے لئے تجویز کئے گئے لائحۂ عمل سے آگاہ کیا۔

❐...... 13، 14 / مارچ (13، 14 / جمادی الاخریٰ) بروز پیر اور منگل تعمیرِ پاکستان سکول میں نصاب کی فراہمی کے دن تھے۔

❐...... 15 / مارچ (15 / جمادی الاخریٰ) بروز بدھ سے بحمداللہ تعالیٰ تعمیرِ پاکستان سکول کے نئے تعلیمی سال (2017-18ء) میں تعلیم کا آغاز ہوا، اور 18 / مارچ (18 / جمادی الاخریٰ) بروز ہفتہ تک WARMUP CLASSES رہیں، اور بروز پیر سے گھر کے لئے کام (Home Work) دیے جانے کا آغاز ہوا۔

❐...... 16 / مارچ (16 / جمادی الاخریٰ) بروز جمعرات سے جناب محمد رضوان احمد صاحب (ولد محمد عبداللہ صاحب) نے تعمیرِ پاکستان سکول میں آفس اسسٹنٹ کے طور پر اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 21/فروری/2016ء/23/جمادی الاول/1438ھ: پاکستان: ایوانِ بالا میں بچوں کو جسمانی سزا دینے کی ممانعت کا بل منظور ☎ 3سالوں میں آمدن میں 18ارب روپے کا اضافہ، ریلوے حکام ✍ 22/فروری: پاکستان: ایٹمی ہتھیاروں سے متعلق پاک بھارت معاہدے کی تجدید کردی گئی، حادثات کا خطرہ کم کرنے کے پیشِ نظر 2007میں پہلی مرتبہ معاہدہ طے پایا تھا، 2012میں دوسری بار توسیع ہوئی ☎ میٹھے کے استعمال میں پاکستانی دنیا میں پانچویں نمبر پر، چینی کے بے تحاشا استعمال سے ہر پانچواں شخص شوگر کے مرض میں مبتلا، رپورٹ ✍ 23/فروری: پاکستان: قائمہ کمیٹی، پہلی تا بارہویں کلاس قرآن کی تعلیم لازمی قرار دینے کا بل منظور، کمیٹی برائے وفاقی تعلیم اور پروفیشنل ٹریننگ کا اجلاس، بل کی متفقہ طور پر منظوری دے دی گئی، وزیرِ مملکت بلیغ الرحمٰن کا اظہارِ تشکر ✍ 24/فروری: پاکستان: رواں سال پاکستان کی شرح نمو 4.9فیصد ہوجائے گی، اقتصادی راہداری سے معاشی سرگرمیاں بڑھیں، گی موڈیز ✍ 25/فروری: پاکستان: عازمینِ حج کی سعودیہ روانگی 24جولائی سے شروع ہوگی، 26اگست تک جاری رہنے والے حج آپریشن میں 58 کمپنیاں حصہ لیں گی ✍ 26/فروری: پاکستان: ملک بھر میں دل کے امراض میں خطرناک حد تک اضافہ، جان لیوا مرض زاید عمر کے افراد سمیت نوجوانوں میں بھی تیزی سے بڑھ رہا ہے، ماہرین نے روغنی کھانوں کا استعمال اور ورزش سے لاپرواہی کو اسباب قرار دے دیا ✍ 27/فروری: پاکستان: سوشل میڈیا پر ملک مخالف سرگرمیوں میں ملوث سینکڑوں افراد گرفتار ✍ 28/فروری: پاکستان: 16ہزار212میگاواٹ بجلی کے 28منصوبوں پر کام شروع، تین 2017، دس 2020اور 15منصوبے 2024تک مکمل ہوں گے ✍ یکم/مارچ: پاکستان: فوجی عدالتوں کی مدت میں 2سال توسیع پر اتفاق، اسپیکر قومی اسمبلی کے زیرِ صدارت پارلیمانی جماعتوں کا اجلاس، پیپلز پارٹی کی عدمِ شرکت، اطلاق 7جنوری 2017سے ہوگا، فوجی عدالتوں اور آرمی ایکٹ کے مسودے سینیٹ اور قومی اسمبلی میں پیش ہوں گے ☎ پیٹرول 1روپے 71پیسے اور ڈیزل 1روپے 52پیسے مہنگا، آئندہ نرخ پیسوں میں نہ بڑھانے کا فیصلہ ✍ 2/مارچ: پاکستان: ڈھائی لاکھ میں دستیاب اسٹنٹ اب 30ہزار میں ملے گا، ڈرگ اتھارٹی نے منافع کی شرح مقرر کردی، درآمدی قیمت پر زیادہ سے زیادہ 50فیصد تک نفع لیا جاسکے گا، نئی پرائسنگ پالیسی متعارف ✍ 3/مارچ: پاکستان: فاٹا کو خیبر پختونخوا میں شامل کرنے کا فیصلہ، وفاقی کابینہ نے سفارشات کی منظوری دے دی ✍ 4/مارچ: پاکستان: 4ملکی گیس پائپ لائن منصوبہ،

Idara Ghufran

تاپی پر کام شروع، وزیرِ پیٹرولیم نے افتتاح کردیا ✍ 5/ مارچ: پاکستان: آپریشن ردالفساد کامیابی سے جاری، بلوچستان سے خطرناک اسلحہ اور بارود کا ذخیرہ برآمد ✍ 6/ مارچ: پاکستان: گوشوارے نہ جمع کروانے پر، 2لاکھ 17ہزار افراد ٹیکس دینے والوں کی فہرست سے خارج ✍ 7/ مارچ: پاکستان: مہمند ایجنسی سرحد پار سے حملہ، 5فوجی شہید، جوابی کاروائی میں 15دہشت گرد ہلاک 20زخمی ✍ 8/ مارچ: پاکستان: کویت نے پاکستان پر 6سال سے عاید ویزا پابندی ختم کردی ✍ 9/ مارچ: پاکستان: سوئس حکومت پاکستانیوں کی دولت کی تفصیلات فراہم کرنے پر رضامند، 21مارچ کو معاہدہ ہوگا ✍ 10/ مارچ: پاکستان: فیس بک، 6 گستاخانہ پیج بلاک، توہین رسالت کا مقدمہ درج، سوشل میڈیا بند کرنا پڑا، تو کردیں گے، وزیرِ داخلہ ✍ 11/ مارچ: پاکستان: پاک بحریہ نے کثیر الملکی ٹاسک فورس 151 کی کمانڈ مکمل کرلی، ٹاسک فورس کی 8ویں بار کامیاب تکمیل کے بعد کمانڈ جاپانی بحریہ کے حوالے کی گئی ✍ 12/ مارچ: پاکستان: پی ٹی اے، گستاخانہ مواد کی نشاندہی کے لیے رابطہ نمبر جاری، عوام سے گستاخانہ مواد کے خلاف ٹھوس ثبوت کے ساتھ این آئی اے کو آگاہ کرنے کی ہدایت ✍ 13/ مارچ: پاکستان: فضاء میں اہداف کو نشانہ بنانے والا نظام پاک فوج کے ڈیفنس سسٹم میں شامل، چینی ساختہ ایل وائی 80 موبائل ایئر ڈیفنس سسٹم درمیانے اور کم بلندی پر موجود مختلف اہداف کو ڈھونڈ نکال کر تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، آئی ایس پی آر ☎ چھٹی مردم شماری کا آغاز، غلط معلومات قابلِ سزا جرم تصور ہوگی، ترجمان پاک فوج، پہلا مرحلہ 15مارچ تا 15اپریل، دوسرا مرحلہ 10روز بعد شروع ہوکر 25 تک جاری رہے گا، پہلی دفعہ خواجہ سراؤں کی بھی گنتی ہوگی، دوہری شہریت والے اور بے گھر افراد بھی شامل ہوں گے ✍ 14/ مارچ: پاکستان: آپریشن ردالفساد اور ایکشن پلان پر عمل درآمد مزید تیز کرنے کا فیصلہ، وزیرِاعظم کے زیرِ صدارت اجلاس ✍ 15/ مارچ: پاکستان: مردم شماری آج سے شروع، 19سال بعد چھٹی مردم شماری کے لیے تیاریاں مکمل ✍ 16/ مارچ: پاکستان: وزیرِاعظم کا پاک افغان سرحد فوری کھولنے کا حکم ✍ 17/ مارچ : پاکستان: زمین سے سمندر میں جہاز تباہ کرنے والے میزائل کا کامیاب تجربہ، میزائل جدید ٹیکنالوجی اور ایویونکس سے لیس ہے ✍ 18/ مارچ: پاکستان: ایوانِ بالا میں موسمیاتی تبدیلی بل منظور، کلائمیٹ چینج اتھارٹی بنائی جائے گی ✍ 19/ مارچ: پاکستان: پاکستان اور سری لنکن بحریہ کے درمیان مشقوں کا انعقاد ☎ جاہل ترین ممالک میں بھارت پہلے، امریکا پانچویں نمبر، غیر ملکی رپورٹ ✍ 20/ مارچ: پاکستان: آبی تنازعات پر پاک بھارت مذاکرات آج اسلام آباد میں ہوں گے۔

www.idaraghufran.org